میری راہ کا روشن ستارا ہو تم

ثنا ظفر

آہستہ آہستہ اس کا دماغ بیدار ہوا تو اس نے دھیرے سے پلکیں کھولیں، لیکن اجنبی ماحول اجنبی کمرہ اور غیر مانوس سا بستر اور جیسے اس کے ذہن میں ایک جھما کا سا ہوا تھا، وہ تو صبح کالج جانے کے لیے گھر سے نکلی تھی دیر ہو جانے کے باعث کالج وین نکل گئی تھی، چونکہ کالج گھر سے صرف آدھے گھنٹے کی واک پر تھا اس لیے اس نے پیدل چلنے کی ٹھانی کہ آج "مسز زیدی" کا ٹیسٹ تھا اور اس نے جی جان سے اس کی تیاری کی تھی، رات دیر تک پڑھتے رہنے کے باعث کی نماز بھی قضا ہوئی اور کالج سے بھی لیٹ وہ بہت تیزی سے قدم بڑھاتی اپنے دھیان مگن جاری تھی، تقریباً پندرہ منٹ کا فاصلہ نے بڑی تیز رفتاری سے طے کیا تھا کہ اچانک اس پر کوئی افتاد ٹوٹی تھی، ایک بہت ہی تیز کار بالکل اچانک ہی اس کے بالکل قریب رکی اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی بدبو کا تیز جھ اس کے نتھنوں سے ٹکرایا تھا، چہرے کو مکمل ڈھ

ناولٹ

سے ڈھانپے ہونے کے باوجود بدبو اتنی تیز تھی وہ اگلے ہی لمحے دنیا و مافیا سے بے خبر ہو گئی ہوش ہونے سے پہلے جو آخری احساس تھا وہ مضبوط حصار کا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی اور سب سے نظر جو اپنے وجود پر پڑی اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا، اس نے فوراً ٹانگیں سمیٹ کر سینے لگا لیں اور اضطراری نظریں کمرے دوڑائیں، دائیں طرف دیوار کے ساتھ صوفے پر بیٹھا شخص اپنی آنکھیں موندے سر ٹکائے شاید سو رہا تھا، اسی صوفے کے دوسرے کونے میں پڑا اپنا لمبا سا گاؤن اور گھٹنوں ہوا عبایا دیکھ کر اسے اپنے بدن پر چیونٹیاں رینگتی محسوس ہوئیں، یہ احساس ہی اس کے [illegible] ساتھ [illegible] غیر اور نامحرم مرد [illegible] [illegible] بے پردگی کے عالم میں اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

"اور اس سے پہلے کیا ہوا تھا؟" خوف سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں، اس وقت اس کے جسم پر صرف وہی سفید لباس تھا جو اس نے کالج جانے سے پہلے نہا کر زیب تن کیا تھا، جبکہ وہ گھر سے نکلنے سے پہلے وہ ہمیشہ سے اپنی جسامت سے کئی گنا وڑا گاؤن ہاتھوں میں بلیک دستانے آنکھوں پہ بلیک جالی دار کپڑا ڈال کر عبایا اوڑھتی تھی جو کہ اس کے چہرے کے ساتھ ساتھ اس کے بازوؤں کو بھی پورا ڈھانپ لیتا تھا، کالی جرابیں اور کالی بند جوتے، وہ شعور کی دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے ہی مکمل شرعی پردے کی پابند تھی اور اب نجانے کیسی ناگہانی آفت اس پر ٹوٹ پڑی تھی کہ وہ اس طرح بالکل غیر اجنبی جگہ پر ایک ایسے شخص کے سامنے بیٹھی تھی جسے وہ جانتی تک نہ تھی جس سے اس کا کوئی تعلق کوئی واسطہ نہ تھا، یعنی وہ اغوا کی جا چکی تھی، ایک نامحرم مرد اسے سڑک پر سے "اٹھا" کر یہاں اس کمرے میں لایا تھا، اپنے ناپاک ہاتھوں سے اسے چھو کر اسے بے پردہ کیا تھا، اس نے تو کبھی کسی غیر عورت کے سامنے بھی اپنے جسم سے چادر نہ ہٹائی تھی اور اب بنا دوپٹہ و چادر کے وہ نجانے کتنی دیر اس مرد کے سامنے بیٹھی رہی تھی اور وہ شاید اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتے کرتے خود ہی سو گیا تھا وہ خوف و دہشت سے اپنی ٹانگوں کو خود سے چمٹائے بیٹھی تھی، اس کی پشت پر پھیلے گھنیرے سیاہ لمبے بال آگے کو جھک آئے تھے جنہیں وہ نہا کر کھلا چھوڑ دیا کرتی تھی کہ اتنے لمبے گاؤن کے نیچے سے وہ کیسے نظر آ سکتے تھے، شرم و حیا کی اس دیوی کے لئے یہ ساری صورتحال کسی قیامت سے کم نہ تھی۔

وہ چیخنا چاہتی تھی شور مچانا چاہتی تھی، لیکن اس کے حلق میں تو ایک جنگل اُگ آیا تھا، نوکیلے کانٹے جیسے اس کی روح میں پیوست ہو رہے تھے، اس کی خوف و دہشت سے بھری نگاہیں اس شخص پر جمی تھی شاید اس کی غیرت یہ گوارہ نہ کر رہی تھی وہ ایسی حالت میں اسے متوجہ کرتی، اسے اپنا وجود بے جان پتھر ہوتا محسوس ہو رہا تھا، لیکن آخر کب تک؟ وہ کب تک ایسی پوزیشن میں بیٹھی رہ سکتی تھی، اس نے بہت بہت زور سے آنکھیں میچ کر پوری شدت سے دعا کی کہ "یہ شخص اسی طرح بیٹھا بیٹھا مر جائے۔"

لیکن بعض اوقات خدا اپنے نیک بندوں کی دل سے نکلی دعاؤں کو بھی قبول نہیں کرتا اور انجان بندہ اپنے خدا کی تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر اس سے شکوہ کناں ہو جاتا کہ وہ انہیں جانا کہ خدا آزمائش پر ڈال کر اس سے کون سا کام لینا چاہتا ہے۔

دعا مانگ کر اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں اسی دم سامنے بیٹھے شخص کے جسم میں جنبش ہوئی اسے حرکت کرتا دیکھ کر اس نے تیزی سے بیڈ کی چادر کھینچ کر اپنے گرد لپیٹ لی، وہ دھیرے سے گردن اٹھا کر سیدھا ہو بیٹھا، اسی حالت میں بیٹھے بیٹھے وہ مسکرایا اور [illegible] وہ بالکل غیر محسوس انداز میں بیڈ سے کھسک کر دوسری سائیڈ پر اتر گئی۔

اس کا پورا وجود ایک پتے کی مانند لرز رہا تھا، وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے سامنے آن کھڑا ہوا، اس نے بالکل غیر ارادی طور پر اپنا چہرہ بھی چادر سے ڈھانپ لیا، صرف بڑی بڑی خوبصورت ساحر آنکھیں تھیں جن میں خوف و دہشت جم کر رہ گیا تھا، اس کی بیوقوفی پر جب وہ دل کھول کر ہنس چکا تو ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے سے نقاب ہٹانا چاہا۔

"اب تو ہم تمہارے اس خوبصورت ترین مکھڑے کا دیدار کر چکے ہیں ڈارلنگ اب اسے چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں۔" اس کے خوبصورت ہونٹوں کی تراش میں سے غلیظ ترین الفاظ برآمد ہوئے تھے، لیکن وہ اس کا نقاب ہٹانے میں ناکام رہا تھا کہ چادر کے پیچھے چھپا اس کا ہاتھ [illegible]

وہاں جما تھا اس کی بیوقوفی پر وہ ایک بار پھر
تھا۔
"شاید تمہیں اندازہ نہیں کہ اس وقت تم
طور پر میری دسترس میں ہو، میں چاہتا تو
تک اپنی ضرورت پوری کر کے تمہیں اس
جانے کی اجازت دے چکا ہوتا، لیکن نہیں،
فریق کی بے خبری کچھ مزا نہیں دیتی، اس
تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کرتا رہا۔"
لفظوں میں اسے یہاں رکھنے کا مقصد
کر رہا تھا۔
"میرے حساب سے تو تمہیں آدھا گھنٹہ
ہی ہوش میں آ جانا چاہیے تھا، لیکن تم تو
اندازے سے بھی زیادہ نازک مزاج
نکلیں۔" اس کے بولنے کا انداز اور آواز دونوں
خوبصورت تھے لیکن ان کا استعمال انتہائی گھٹیا تھا،
شخصیت بھی تو کچھ کم نہ تھی، اونچا لمبا قد،
کسرتی جسم جس پر [illegible]
نائٹ ریڈ شرٹ اور تنگ سی جینز اس کی
جسامت کو مزید واضح کر رہی تھی، سرخ
خون چھلکاتی رنگت، کھڑی ناک اس کے
تمکنت کا پتہ دیتی تھی اور اس پر بھی دو
خوبصورت روشن آنکھیں جن میں کچھ پا لینے،
لینے کی جستجو ہلکورے لے رہی تھی اس کی
پیشانی پر بہت واضح طور پر لکھا تھا کہ "میں
جو چاہا پایا نہ ملا تو چھین لیا۔"
"دیکھو لڑکی، نہیں بلکہ خوبصورت لڑکی تم
بہت خوبصورت ہو۔" اس کے الفاظ اس پر
گر رہے، وہ اس کے اس حسن کی تعریف
رہا تھا جسے اس نے ہمیشہ سات پردوں میں
رکھا تھا اس نے خود کی گندگی اور غلیظ
سے چھپانے کے لئے ہمیشہ سو جتن کئے

"میری زندگی میں آنے والی تمام لڑکیاں

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب .... 1[illegible]5/-
خمار گندم 200/-
دنیا گول ہے 225/-
آوارہ گرد کی ڈائری 200/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں 200/-
چلتے ہو تو چین کو چلیے .... [illegible]0/-
نگری نگری پھرا مسافر 175/-
خط انشاجی کے 200/-
بستی کے اک کوچے میں 165/-
چاند نگر 165/-
دل وحشی 165/-
آپ سے کیا پردہ 250/-

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو 200/-
انتخاب کلام میر 60/-

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر 160/-
طیف غزل 120/-
طیف اقبال 120/-

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور

فون نمبرز: 7321690-7310797

ہی خوبصورت ہوتی ہیں جو میری راتوں کو حسین اور دنوں کو خواب آگیں بناتی ہیں، خوبصورتی میری کمزوری ہے اور میرے جیسا مرد لڑکیوں کا خواب...... ''چند لمحوں کی خاموشی کے دوران اس نے بغور اس کی دہشت زدہ آنکھوں میں دیکھا۔

''لیکن نجانے کیوں تم ان سب سے ہٹ کر ہو، میں نے تمہارے اس نوعمر و نوخیز حسن کو چھو کر محسوس کرنا چاہا تو تمہارے چہرے پر چھائی معصومیت اور کسی نامانوس سے احساس نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا، تمہاری بے خبری میں تمہارے چہرے کو دیکھنا چاہا تو ایک ان دیکھا پردہ میری آنکھوں کے سامنے تن سا گیا، ایسا کیوں ہوا؟ میں نہیں جانتا میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میری پیاس ایک ان چھوا بدن ہے، اپنی تمام فرینڈز کو ایک ایک کر کے برت چکا ہوں جو کہ ایک ابروئے جنبش سے کھنچی چلی آتیں ہیں لیکن کچھ دنوں سے مجھے یہ استعمال شدہ چیزیں ہی برتی پڑیں تو دل اوب گیا، اچانک ہی میری نظر راہ چلتے اس سیاہ لبادے پر پڑیں تو دل ایک نئے تھرل کے لیے مچل گیا۔'' وہ کمرے میں ادھر ادھر چکر کاٹتا اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کر رہا تھا، اس کی غلیظ ترین باتیں سن کر اسے ابکائی آئی تھی اور اپنا آپ اسے کسی گٹر میں دھنستا ہوا محسوس ہوا، وہ ایک دم ہی اس کے سامنے آن رکا تو اس کے گلے میں جھولتی سونے کی تین چار چینز اس کی نظروں کے حصار میں آگئیں۔

''سنو۔'' اس کی کڑک دار آواز پر اس نے سہم کر پلکیں اٹھائیں تو ایک کان میں پڑی سونے کی بالی اور شانوں پر لہراتے لمبے بال اس کی نظروں کی زد میں آگئے۔

''اب یہ ناز و انداز چھوڑو اور میرے صبر کا مزید امتحان مت لو سمجھیں تم، ہٹاؤ اس تنبو کو اپنے اوپر سے۔'' اس نے ہاتھ بڑھایا تو وہ ایکدم ہی پیچھے ہٹ گئی، لیکن چادر کا کونہ اس کے ہاتھ میں آ چکا تھا، جسے اس نے جھٹکے سے کھینچا تو وہ گھوم کر بیڈ پر جا گری، اس نے ہاتھ میں پکڑی چادر کا گولا بنا کر ایک کونے میں پھینکا، وہ کروٹ کھا کر سیدھی ہو بیٹھی تھی، وہ اس کی جانب بڑھا۔

''دو...... دیکھو مجھے ہاتھ مت لگانا۔'' اس کی کانپتی لرزتی آواز پر وہ وہیں رک گیا۔

''واؤ تمہاری طرح تمہاری آواز بھی خوبصورت ہے جیسے بہتا ہوا کوئی جھرنا، یا مندر میں بجتی گھنٹیاں۔'' اس نے لطف لیا۔

''دیکھو...... مم...... مجھے چھوڑ دو، جانے دو مجھے پلیز۔''

''ہاں تو میں کب انکار کیا ہے، میری طرف سے تمہیں اجازت ہے، جس کام کے لیے تمہیں یہاں لایا ہوں وہ پورا ہو جائے تو تم جا سکتی ہو، اب یہ تو ڈیپنڈ کرتا ہے کہ تم کتنا جلدی مجھے...... اس نے خود ہی اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے...... نن نہیں...... ایسا نہیں ہو سکتا، تم مجھے جانے دو۔''

''ہو کیوں نہیں سکتا۔'' اس نے اپنا چہرہ اس کے قریب کرتے ہوئے استہزائیہ انداز اپنایا۔

''نہیں تم مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتے، تم ایسا نہیں کر سکتے۔'' وہ چہرہ چھپائے روتے ہوئے کہہ رہی تھی، اس کی بات پر اس نے اس کی کلائی پکڑی اور کسی موم کی گڑیا کی مانند اپنے سامنے کھڑا کر لیا وہ چہرے پر خوف و ہراس سجائے اسے دیکھ رہی تھی۔

''ہاں اب بولو تمہیں ہاتھ لگا سکتا ہوں یا نہیں۔'' وہ مزید اس کے قریب ہوا تو وہ بچنے کی کوشش میں ایک بار پھر بیڈ پر گر گئی فوراً ہی ٹانگیں سمیٹ کر اوپر کیں اور تڑپ کے دوسری جانب ہو گئی، بھاگ کر دروازے تک گئی اور اس کا ہینڈل گھما کر آوازیں دینے لگی۔

''بچاؤ...... بچاؤ...... کوئی ہے پلیز بچاؤ۔'' وہ دروازہ دھڑ دھڑاتے چیخ رہی تھی، لیکن کوئی اس کی پکار سن کر وہاں نہ آیا تھا، جبکہ وہ اس کی پشت پر بکھرے ریشمی بالوں کی آبشار پر نظریں جمائے ہوئے کھڑا تھا، انہیں چھونے کی خواہش ایک بار پھر اسے اس کے قریب لے آئی، جیسے ہی اس نے بالوں کو چھوا وہ تڑپ کر سیدھی ہوئی تھی۔

''کمینے بے غیرت انسان چھوڑ دو مجھے، خدا کے لیے مجھے ہاتھ مت لگاؤ، چھوڑ دو مجھے، جانے دو مجھے تمہیں خدا کا واسطہ پلیز مجھے جانے دو۔'' وہ روتے روتے نیچے بیٹھ گئی۔

''اگر تم سمجھتی ہو کہ تم میری خواہش پوری کیے بنا یہاں سے چلی جاؤ گی تو یہ تمہاری بھول ہے اگر راضی خوشی مان جاؤ گی تو تم پر آنچ بھی نہ آئے گی اور تم اپنا کالج ٹائم ختم ہونے سے پہلے گھر پہنچ جاؤ گی کسی کو بھی کانوں کان خبر ہوئے بغیر۔''

''شٹ اپ۔'' وہ پوری قوت سے چلائی۔

''بند کرو اپنی یہ گھٹیا بکواس، اب تم نے اپنی گندی زبان کھولی تو منہ نوچ لوں گی، شرم نہیں آتی تمہیں ایسی غلیظ باتیں کرتے ہوئے، انسان ہو یا جانور، جو جگہ جگہ منہ ماری کرتے پھرتے ہو، تم تو جانوروں سے بھی بدتر انسان ہو، انسانیت نہیں ہے تمہارے پاس ''گندہ انسان۔'' نفرت و حقارت اس کی آنکھوں اور لہجے میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

''زیادہ ہیروئن بننے کی ضرورت نہیں ہے، میں تم لڑکیوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں پہلے ناز و نخرے دکھاتی ہو اور پھر خود ہی پکے ہوئے پھل کی مانند جھولی میں آن گرتی ہو تم لڑکیوں کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہوتی ہے، بس صرف ایک مرد کی قربت اور بس۔''

''کمینے بے غیرت انسان بند کرو اپنی بکواس۔'' اس نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔

''میں نے کچھ غلط کہا ہے، کیا ایسا نہیں ہوتا، اپنے ماں باپ کی دہلیز پر بیٹھی برسوں کسی خوبصورت و خوبرو مرد کے خواب دیکھتی ہو اور اگر وہ وقت پر تمہارے حسب خواہش نہ ملے تو چور راستے استعمال کرتی ہو، میں نہ تو کچھ انہونا کہہ رہا ہوں نہ انہونا کر رہا ہوں، یہی انسانی فطرت ہے اور جسمانی مطالبہ مرد کو عورت کی قربت چاہیے اور عورت مرد کی قربت کے لیے تڑپتی مچلتی ہے، تو کیا تم انوکھی ہو کہ تمہارے دل میں یہ خواہش نہیں مچلتی، کیا تمہاری زندگی میں کوئی مرد نہیں آیا یا کبھی نہیں آئے گا۔'' بولتے ہوئے اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہو۔

''تم...... تم مرد نہیں ہو، مردانگی کے نام پر طمانچہ ہو اور ہاں ہوتی ہے ہر عورت کے دل میں ایک مرد کی خواہش لیکن وہ مرد کوئی غیر نہیں اس کا شوہر ہوتا ہے جسے وہ اپنے باپ بھائیوں عزیز رشتے داروں کے سامنے خدا اور اس کے رسول کو گواہ بنا کر دل سے قبول کرتی ہے وہ مرد جو اس کا مجازی خدا ہوتا ہے وہ مرد جسے خدا کے بعد اگر کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو اس مرد کو ہوتا، تم جیسا بھیڑیا نما انسان کسی باکردار اور پاکیزہ عورت کی خواہش نہیں ہو سکتا جس انسان میں درندگی اور بے غیرتی بھری ہو وہ انسانیت کے زمرے میں نہیں آتا، سمجھے تم۔'' وہ چیخ چیخ کر بولی تھی۔

''چٹاخ۔'' کی زوردار آواز کے ساتھ ہی اس کا چہرہ گھوم گیا۔

''بہت ناز ہے تمہیں اپنے کردار اور پاکیزگی پر۔'' وہ پھنکارا اور اپنے گال پر ہاتھ رکھے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی رہی گئی۔

''ایک منٹ میں مٹی میں ملا دوں گا تمہاری نام نہاد پاکیزگی کا غرور، کردار کے دامن پر لگے داغ کو ساری عمر بھی دھوتی رہو گی تو مٹا نہ سکو گی، صرف ایک رات کی بات ہے، جن باپ بھائیوں

www.pkdigest.com

اور عزیز رشتے داروں کی بات کرتی ہو ایک رات گزرنے کے بعد منہ بھی نہیں لگائیں گے تمہیں سمجھیں تم۔"

"کچھ انداز ہے مجھے اور میری معلومات کے مطابق تم جیسی مڈل کلاس لڑکیوں کے رشتے دار ایسے ہی ہوتے ہیں کنزرویٹو، دقیانوسی ہونہہ۔" کہہ کر سر جھٹکا تھا، وہ ابھی تک سکتے کی کیفیت میں گھری اسے دیکھ رہی تھی، اس لمحے وہ اسے سنگ مرمر کی تراشی ہوئی کوئی مورت لگی جسے چھو لینے کی خواہش اسے بے چین کر گئی، وہ بھوکے بھیڑیے کی مانند اس پر جھپٹا تھا وہ تڑپ کر پیچھے ہٹی۔

"دیکھو ایسا مت کرو، خدا کے خوف سے ڈرو، اس کے غضب کو مت للکارو، تمہاری بھی کوئی ماں ہو گی تمہاری بھی بہنیں ہوں گی، تمہیں ان کی عزت کا واسطہ، مجھے اس طرح بے آبرو مت کرو، ذرا سوچو اگر کوئی تمہاری بہن کے ساتھ یہ سلوک کرے تو تم پر کیا بیتے گی، تمہیں جنم دینے والی ماں بھی ایک عورت ہے تمہیں اس کی ممتا کا واسطہ میری عزت کے آنچل پر ایسا بدنما داغ مت لگاؤ۔" وہ روتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ گئی، لیکن اس پر اس کی التجاؤں اور آنسوؤں کا الٹا اثر ہوا تھا۔

"ہا...... ہا...... ماں کی ممتا...... ہا...... ہا...... بہنوں کی عزت...... ہا ہا ہا۔" اس کے قہقہے فلک شگاف تھے اسے محسوس ہوا جیسے وہ پاگل ہو گیا ہو۔

"کیا ہے عورت کیا ہے ماں، کیا ہے بہن، کس دور کی بات کر رہی ہو تم۔" اس کے لہجے میں حقارت و استہزاء کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

"بی بی اب وہ زمانے گئے جب ماؤں بہنوں کو باپ بھائیوں کی عزت و غیرت کا سمبل سمجھا جاتا تھا، اب تو عورت صرف ایک بکاؤ مال ہے چاہے وہ ماں ہو، بہن ہو یا بیٹی اسے صرف کمائی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، گلیوں، بازاروں، چوراہوں میں لگی عورتوں کی تصویریں جنہیں بنا سنوار کر ہر جگہ آویزاں کیا جاتا ہے، کیا وہ کسی کی بہن کسی کی بیٹی نہیں، لیکن ان کے باپ بھائی فخر سے سر اٹھا کر چلتے ہیں آج کی عورت خود کو ماڈل گرل اور ایکٹرس کہلا کر خوش ہوتی ہے، آج کی بہن ہر نئے دن اپنا ایک نیا بوائے فرینڈ بناتی ہے اور اسے فخر سے اپنے بھائی سے ملاتی ہے، اس کا بھائی خود کو روشن خیال اور لبرل ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی غیرت کو تھپک تھپک سلا دیتا ہے آج کی ماں خود کو سوشل ثابت کرنے کی دھن میں سینکڑوں مردوں کے نرغے میں کسی بھی فلاحی ادارے کا افتتاح کرتے ہوئے تصویریں بنوا اور اخبار میں لگی شہ سرخیوں پر فخر محسوس کرتی ہے اس کا شوہر اس کے مداحوں کو سراہنے پر مجبور ان سے ہنس ہنس کر ملتا ہے، کیا یہی ہے عورت اور ماں کی عزت، کیسی بہن کی عزت کا واسطہ دے رہی ہو مجھے جو رات گئے اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ گھر لوٹتی ہے، کیا ہوتی ہے ماں کی ممتا، ماں کی وہ ممتا جس کا تم مجھے واسطہ دے رہی ہو میں اس کے اسرار کو نہیں جانتا سمجھیں تم، آج کی ماں بہن صرف ایک سجا بنا شو پیس ہے۔" اس کے اندر نجانے کون سا لاوا پک رہا تھا جو اچانک ہی پھٹ پڑا تھا۔

"ہاں تم جیسا بیٹا جننے والی ماں یقیناً ایسی ہی ہو سکتی ہے اور تم جیسے بے غیرت بھائی کی بہن بھی بے غیرت ہو گی، جن غلیظ نظروں اور ذہنیت سے تم اس معاشرے کو دیکھو گے تمہیں وہ ویسا ہی نظر آئے گا، گٹر میں رہنے والا گٹر کی بدبو کو ہی پہچانے گا۔" اس کے الفاظ تھے یا بم جو کہ اس کے سر پر پھٹے تھے وہ دھپ دھپ کرتا اس کے پاس پہنچا اور اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ پر لا پٹخا۔

"بلاؤ اپنے غیرت مند بھائی کو دیکھتا ہوں کس طرح بچاتا ہے تمہیں۔" وہ بیڈ پر گرتے ہی بجلی کی سی تیزی سے نیچے اتری۔

"میرا کوئی بھائی ہوتا تو یقیناً ایسا بے غیرت نہ ہوتا اور تم جیسے آوارہ کتے کو مجھے اس طرح اغواء کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔" وہ اسے خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے اس طرح اس پر لپکا تھا جیسے شکاری اپنا شکار دیکھ کر لپکتا ہے، اس نے بھاگ کر خود کو بچایا لیکن چھوٹے سے کمرے میں وہ کہاں تک بھاگ سکتی تھی، اس کی مضبوط گرفت میں پھنس کر رہ گئی۔

"چھوڑ دو مجھے دیکھو مجھے اس طرح برباد مت کرو خدا کے لئے میرے ساتھ ایسا سلوک مت کرو۔" وہ چلائی تھی اسے اپنا وجود دہکتی ہوئی بھٹی میں جلتا ہوا محسوس ہوا، اس نے اپنی ساری طاقت صرف کرتے ہوئے مزاحمت جاری رکھی تھی، اس نے زور سے اس کے ہاتھ پر کاٹا خون رسنے لگا تھا، لیکن اس چٹان پر اثر نہ ہوا، الٹا اس کی گرفت اور مضبوط ہو گئی لیکن وہ بھی اپنی آخری سانسوں تک اس سے لڑنے کی ہمت رکھتی تھی، اس نے بے جان گڑیا کی مانند اسے ایک بار پھر بیڈ پر پٹخا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ نیچے اتر کر اپنا بچاؤ کرتی اس نے اسے دبوچ لیا۔

"کیوں کر رہے ہو تم یہ دشمنی میرے ساتھ، میں نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا کوئی قصور نہیں کیا تمہارا تو پھر اس گناہ کی دلدل میں کیوں گھسیٹ رہے ہو مجھے، پلیز چھوڑ دو اس طرح گناہ گار مت کرو مجھے۔" اب جیسے اس کی ہمتیں جواب دینے لگی تھیں، وہ وحشی ہو چکا تھا اور ایک مرد کی وحشت کے سامنے ایک کمزور سی لڑکی کہاں تک ٹھہر سکتی تھی اور جب اس نے خود کو ہارتے دیکھا تو لمحوں میں فیصلہ کر لیا۔

"پلیز اس طرح مت کرو، پلیز میری بات سن لو، میری ایک بات مان لو، پھر میں تمہاری ہر بات مانوں گی، جو تم کہو گے کروں گی، لیکن پہلے میری بات سن لو خدا کے لئے میری بات مان لو۔" وہ رو رہی تھی، ظالم صیاد سے فریاد کر رہی تھی اور جیسے اس ظالم صیاد کو اس پر رحم آ گیا اپنی تمام حدود کو پھلانگنے سے پہلے ہی وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا تھا۔

"ہاں بکو کیا چاہتی ہو۔" اس کی حالت بھوکے شیر کے منہ سے اس کا شکار چھین لینے کے بعد کی تھی۔

"میری زندگی میں آج تک تم جیسی ضدی لڑکی نہیں آئی، نجانے کس چیز کی بنی ہو تم، عورتیں تو میری باہوں میں آتے ہی موم کی طرح پگھل جاتی ہیں اور تم۔" وہ اپنا تنفس بحال کرتا ہوا بولا اور صوفے پر جا بیٹھا، سائیڈ ٹیبل سے پانی کا جگ اٹھا کر پانی گلاس میں انڈیلا اور غٹاغٹ چڑھا گیا، وہ اس کے پیچھے ہٹتے ہی تیزی سے اٹھی تھی اور گھٹنوں میں سر دے کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی، وہ اسے دیکھتا ہوا دوبارہ اٹھا اور کمرے میں موجود دیوار گیر الماری کی جانب بڑھ گیا دونوں پٹ کھولے اور اس کے ایک سائیڈ پر سجی بے شمار شراب کی بوتلوں میں ایک کا انتخاب کیا، واپس پلٹا اور صوفے پر بیٹھ کر اپنے لئے ایک جام تیار کیا، وہ اچانک ہی اس کے قدموں میں آن بیٹھی اپنی عزت بچانے کے لئے وہ اپنی انا، خودداری اور عزت نفس اس کے قدموں میں ڈال کر اس کے سامنے ہاتھ جوڑے بیٹھی تھی۔

"میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے چھوڑ دو، مجھے اس طرح گناہ گار مت کرو کہ میں دنیا والوں کے ساتھ ساتھ روز قیامت اپنے خدا کے سامنے ہی سر اٹھانے کے قابل نہ رہوں مجھے جانے دو۔"

"میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا ہے کہ مجھے تمہیں چھوڑنے میں کوئی اعتراض نہیں، لیکن تم خود تاخیر کر رہی ہو، میرا مطالبہ آرام سے پورا کر دو تو میں تمہیں خود وہاں چھوڑ آؤں گا جہاں سے

www.pkdigest.com

اٹھایا تھا۔''

''دیکھو تمہیں تمہارے جیسی اور بہت سی لڑکیاں مل جائیں گی تم مجھے میرے خدا کے سامنے شرمسار مت کرو۔'' اس کی بات پر اس نے قہر برساتی نظروں سے دیکھا تھا۔

''میری جیسی لڑکیاں، اور تم کیا سمجھتی ہو خود کو ''ہاں'' جنت سے اتری ہوئی کوئی حور جسے کسی نے دیکھا نہ چھوا۔'' اس نے اس کا بازو سختی سے دبوچا اور جھٹکا دے کر چھوڑ دیا وہ جو پنجوں کے بل بیٹھی تھی پیچھے جا گری، اس حقارت سے اس کی طرف دیکھا اور بھرا ہوا جام ایک ہی سانس میں خالی کر گیا۔

''تم کیا سمجھتی ہو کہ تم اس طرح میری پیاس بجھائے بغیر یہاں سے جا سکتی ہو، نہیں ہرگز نہیں، اپنے اس معصوم حسن کا خراج تو اب تمہیں دینا پڑے گا، اب تم میری پیاس ہی نہیں میری ضد بن گئی ہو، تمہارے اس غرور کو ریزہ ریزہ نہ کیا تو میرا نام ''حمران عالم گردیزی'' نہیں۔'' اس نے اس کا بازو پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔

''نہیں خدا کے لئے اس طرح گناہ کی دلدل میں مت گھسیٹو، تم نہیں جانتے یہ کتنا بڑا گناہ ہے آخرت میں تو اس کی سزا ملے گی ہی لیکن دنیا میں بھی اس کی سزا بہت خطرناک ہے، میں زانیہ بن کر زندہ نہیں رہ سکتی۔'' وہ مسلسل روئے چلی گئی۔

''ٹھیک ہے اگر تمہیں اپنی ضد ہی پوری کرنا ہی ہے تو......تو......تو۔'' اس نے روتے روتے تھوک نگلا۔

''تو میری ایک شرط ہے۔''

''شرط۔'' وہ استہزائیہ ہنسا۔

''اب یہ قیدی و بے بس چڑیا مجھ سے شرطیں منوائے گی۔''

''مت ہنسو اس طرح، اس میں میرا کوئی فائدہ نہیں ہے، نقصان ہی نقصان ہے، بس مم...... میں گناہ گار نہیں کہلوانا چاہتی، دنیا میرے لئے رسوائی ہے، لیکن اس چند روزہ زندگی میں، میں یہ رسوائی برداشت کر لوں گی لیکن روز محشر اپنے خدا کے سامنے شرمسار نہیں ہونا چاہتی میں جانتی ہوں میرے لئے یہ سودا بہت مہنگا ہوگا دنیا والے میرا قصور نہ ہوتے ہوئے بھی مجھے زندہ درگور کر دیں، لیکن خدا تو دلوں کے حال جانتا ہے نا، وہ تو ہر بات سے واقف ہے، تمہیں تمہارے اس رب کا واسطہ جس نے تمہیں پیدا کیا اور جس کے قبضے میں تمہاری جان ہے اور جس کی طرف لوٹ کر تمہیں جانا ہے، مجھے گناہ گار مت کرو تم اس حرام کاری میں مجھے مت گھسیٹو، لیکن پھر بھی تم بضد ہو تو......'' وہ بلک بلک کر رو دی۔

''ہاں ہاں بکو بہت واعظ سن چکا ہوں تمہارا۔''

''تم...... تم۔'' وہ سسک پڑی کہ اتنی بڑی بات کہنے کی ہمت کہاں سے لائی۔

''تم چند گھنٹوں کے لئے ہی سہی مجھ سے نکاح کر لو۔'' ایک بم تھا جو اس نے اس کے سر پر پھوڑا تھا۔

''قانونی نہ سہی، شرعی نکاح تاکہ روز قیامت میں اپنے رب کے حضور سر اٹھا سکوں۔''

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔'' اس کے اردگرد جیسے دھماکے ہو رہے تھے وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ پاگل ہو گئی ہو، اس کے نزدیک تو یہ پاگل پن ہی تھا، وہ چند لمحوں کے عوض اس سے زندگی بھر کا سودا کر رہی تھی، کیسی انہونی بات کی، ہزاروں لڑکیاں اس کی زندگی میں آئیں اور گئیں چند گھنٹوں کے ساتھ کے سوا بھی کسی نے کوئی ڈیمانڈ نہ کی تھی آج وہ اگر اس کے ساتھ تھیں تو کل کسی اور کے ساتھ چند دنوں کے ساتھ کے بعد وہ ان کی شکل تک بھول جاتا تھا وہ بخوشی اس کی راتوں کو رنگین بنانے آئیں اور وہ ہمیشہ کے لئے انہیں ٹشو پیپر کی

مانند انہیں زندگی سے نکال پھینکتا تھا، لیکن یہ کون تھی کیا تھی اور ایسا کیوں چاہ رہی تھی۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں، میں زانیہ کہلوانا نہیں چاہتی، جانتے ہو دنیا میں ایک کنوارے زانی کی سزا سو درے اور شادی شدہ زانی کی سزا سر عام سنگسار کرنا ہے اور میں اس سزا کی متحمل نہیں ہو سکتی، جانتی ہوں اب ایسی سزائیں کوئی نہیں دیتا، لیکن میرا ضمیر میرا اندر ہر لمحہ اٹھتے بیٹھتے مجھے سو سو کوڑے لگائے گا، یہ اللہ کی تجویز کردہ سزائیں ہیں جو کہ اس کے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کا حکم مان کر مسلمانوں پر عائد کی ہیں۔'' وہ لڑکھڑا کر صوفے پر بیٹھ گیا وہ ایک شاک کی سی کیفیت میں اسے دیکھ رہا تھا۔

''تم اگر مجھ سے نکاح کر لو گے تو میں اس حرام کاری سے بچ جاؤں گی، تم اپنی ہوس پوری کر کے مجھے اسی وقت طلاق دے دینا میں اسی وقت یہاں سے چلی جاؤں گی، چپ چاپ اپنی ہر رسوائی کو گلے لگا لوں گی، لیکن گناہ گار تو نہ کہلواؤں گی، دنیا کا چند روزہ عذاب تو قابل برداشت ہے لیکن آخرت کا ہمیشہ رہنے والا عذاب بہت سخت ہے، تم نہیں جانتے کہ تم میرے محرم باپ کے بعد میری زندگی میں آنے والے پہلے نامحرم مرد ہو جس نے مجھے اس طرح بے پردہ دیکھا ہے، میرے باپ نے بھی آج تک میرا کھلا سر نہیں دیکھا میرا ایک بال ہی کبھی ان کی نظر پڑی، ہم تینوں بہنوں کے چہروں کو سوائے ہمارے باپ کے بھی کسی نے نہیں دیکھا، میں سمجھتی تھی کہ میری زندگی میں آنے والا دوسرا مرد میرا محرم ہی ہوگا، جسے میں پوری ایمانداری کے ساتھ اپنے وجود کی امانت سونپ کر شانت ہو جاؤں گی کہ اس کی امانت پوری حفاظت کے ساتھ اس تک پہنچ گئی، لیکن...... لیکن......'' وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''تم اس حرام کاری کو جائز بنا کر اپنی ہوس پوری کر لو میں کوئی مزاحمت نہیں کروں گی دنیا کی نظروں میں جتنی بھی معتوب ٹھہرائی جاؤں لیکن اپنی نظروں میں گرنا نہیں چاہتی، اپنی نظروں سے گر کر زندہ رہنا بہت دشوار ہے، میں جانتی ہوں ایسا کر کے میں اپنی بہنوں کے لئے گڑھا کھود رہی ہوں میرے شریف اور دین دار باپ کا سر دنیا کے سامنے جھک جائے گا، لیکن اس کے برعکس روز محشر وہ بھی فخر سے سر اٹھا کر جنت میں داخل ہوں گے اور میں کسی کے سامنے شرمسار نہیں ہوں گی کہ میدان حشر میں میرے کردار کی پاکیزگی کا گواہ خود میرا خدا ہوگا۔'' وہ بول رہی تھی اور وہ ساکت و جامد بیٹھا تھا، اس کی خون چھلکاتی رنگت لٹھے کی مانند سفید پڑ چکی تھی حالت ایسی کہ کاٹو تو بدن میں لہو کی بوند بھی نہ ہو۔

''ہاہ آہ، تم ابھی اور اسی وقت مجھ سے نکاح کر لو تو میں تمہیں اپنا سب کچھ سونپ دوں گی، تم اپنی ہوس پوری کر کے مجھے فوراً ہی طلاق دے دینا، بس تم مجھے زانیہ مت بناؤ، مجھے خدا کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچا لو پلیز۔'' وہ پلٹ کر پھر فریاد کرنے لگی۔

''تم حلال اور حرام کے فرق کو نہیں پہچانتے لیکن میں جانتی ہوں۔''

''شٹ اپ، جسٹ شٹ اپ، چلی جاؤ، چلی جاؤ یہاں سے جاؤ، مجھے کچھ نہیں چاہیے، جاؤ یہاں سے۔'' وہ غیر مرئی نقطے پر نگاہ جمائے بول رہا تھا اور اس کی آواز اسے کہیں گہرے کنوئیں سے آتی ہوئی سنائی دی، وہ حیرت و بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

''میں نے کہا نا چلی جاؤ یہاں سے۔'' اس نے کہنے کے ساتھ ہی سائیڈ پر رکھے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا لیا جبکہ نگاہیں ابھی بھی ایک ہی مرکز پر جمی تھیں، وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا لیکن اسے آزادی کا مژدہ سنا رہا تھا۔

www.pkdigest.com

"تمام دروازے کھول دو اور اسے جانے دو، کوئی اسے نہ روکے۔" اس نے حکم جاری کرکے ریسور کریڈل پر رکھ دیا، وہ حیرتوں کا چٹان چہرے پر سجائے ابھی بھی اسے دیکھ رہی تھی۔

"جاؤ تمہارے لئے تمام دروازے کھلے ہیں کوئی تمہیں نہیں روکے گا۔" اس نے ڈگمگاتے قدم اٹھائے دھیرے دھیرے ڈرتے ڈرتے غیر یقینی انداز میں صوفے پر پڑا اپنا گاؤن اٹھایا تو اس کے نیچے ہی اس کی کتابیں بیگ رکھا تھا اس نے جلدی سے گاؤن پہن کر عبایا اوڑھا اور کتابوں کو سینے سے لگا کر دروازے کی جانب بڑھی لیکن پھر یاد آنے پر پلٹ کر اپنے جوتے پیروں میں پھنسائے لرزتے ہاتھوں سے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر ایسے گھمایا جیسے اسے یقین ہو کہ وہ نہیں کھلے گا لیکن وہ کھلتا چلا گیا، اس نے پلٹ کر اسے دیکھا، جواب اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے نڈھال پڑا تھا اس نے گردن موڑ کر سامنے دیکھا اور پھر باہر نکل کر بھاگی تو پھر پلٹ کر نہیں دیکھا اسے کسی نے نہ روکا تھا اتنی بڑی کوٹھی کی بھول بھلیوں میں بھٹکتی آخر کار وہ گیٹ تک پہنچ گئی اور تیزی سے بھاگتے ہوئے گیٹ عبور کر گئی، کمرے سے باہر نکل کر گیٹ تک پہنچنے تک اس سے کوئی ذی روح نہ ٹکرایا تھا۔

کافی دور تک بھاگتے رہنے کے بعد وہ کبھی چلنے لگتی اور کبھی بھاگنے لگی لیکن دھیرے دھیرے اس کی ہمتیں جواب دے رہی تھیں وہ ایک درخت کے سائے میں گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی اور اپنا دھونکنی کی طرح چلتا سانس بحال کرتے ہوئے بیگ اور کتابوں کے ساتھ موجود دستانے موٹی ہاتھوں پر چڑھائے اور سوکس پہن کر دوبارہ جوتے پہنتی کھڑی ہو گئی، سامنے سے آتے رکشے کو ہاتھ دے کر اسے روکا اور اڈریس بتا کر بیٹھ گئی، کلائی پر بندھی گھڑی میں ٹائم دیکھا تو

ساڑھے بارہ ہو چکے تھے، وہ صبح ساڑھے سات بجے گھر سے نکلی تھی یعنی تقریباً چار گھنٹے وہ اس شخص کی قید میں رہی تھی، وہ دعا کر رہی تھی کہ وہاں پہنچنے پر اس کا کسی سے سامنا نہ ہو، لیکن رخشی آپی نے اسے کوریڈور سے گزرتے دیکھ لیا تھا۔

"ارے مینی آج بہت جلدی آگئیں تم۔"

"آں ہاں، وہ آپی میری طبیعت ٹھیک نہیں میں اپنے کمرے میں آرام کروں گی پلیز مجھے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔"

"کیا ہوا طبیعت کو چائے بناؤں تمہارے لئے؟"

"نہیں پلیز مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" وہ کہتی تیز تیز قدم اٹھاتی اندر چلی گئی، اس نے کمرے میں قدم رکھتے ہی دروازہ بند کرکے چٹخنی چڑھائی تھی۔

"آہ، جلدی آگئی ہوں، مجھے تو ایسا لگتا ہے صدیاں بیت گئیں اس غلاظت بھری قید میں۔" اس نے گہری گہری سانسیں [illegible] تمام [illegible] بیڈ پر بیٹھ گئی، بار بار بھیگتی آنکھوں کو صاف کرتی جیسے وہ رونا نہ چاہتی تھی وہ بستر پر چت لیٹی چھت کو گھورنے لگی، تمام مناظر کسی فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے چل رہے تھے۔ اس نے سختی سے آنکھیں بند کر لیں، لیکن وہ تمام مناظر تو اس کی دماغ کی سکرین پر نمودار ہو رہے تھے، وہ اپنی چیخوں کا گلا گھونٹتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی، وہ اپنی اب تک کی زندگی میں بھی اتنا نہ روئی تھی جتنا وہ آج رو چکی تھی اور شاید آنے والے دنوں میں بھی اب اسے یہی کام کرنا تھا، اسے کسی طور چین نہیں آ رہا تھا، اپنے وجود پر ایک آگ کی طرح دہکتے لمس کا احساس ہی اسے پھونکے لگا رہا تھا وہ فوراً اٹھی اور وارڈ روب سے کپڑے نکال کر باتھ روم میں گھس گئی تقریباً آدھا گھنٹہ لگایا تھا اس نے باتھ روم میں، لیکن ایک احساس جو اس کے وجود سے چمٹ کر

رہ گیا تھا، وہ اس سے کسی طرح نجات نہ پا سکی تھی، وہ جائے نماز بچھائے اپنے خدا کے حضور حاضر ہوئی، نفل ادا کیے، آنسو تھے کہ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کی گود میں گر رہے تھے اور وہ لب بستہ اپنے رب کے سامنے ہاتھ اٹھائے بیٹھی تھی ایک بار پھر وہ بے اختیار ہی سجدے میں گر گئی۔

"یا اللہ تو کتنا رحیم کریم ہے تیری رحمتوں کی حد نہیں میں تیرا شکر ادا کیسے کروں کہ تو غلاظت کے ڈھیر سے میرے دامن پر کوئی داغ لگے بنا مجھے وہاں سے نکال لایا، یا اللہ میں تیری گناہ گار بندی تیرا شکر ادا کرنے سے عاجز ہوں میرے پروردگار کہ تو نے میری عزت پامال ہونے سے بچالی۔" وہ نجانے کتنی دیر سجدے میں سر رکھے پڑی رہی کہ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کس طرح کون سا طریقہ ایسا ہو کہ وہ اپنے رب کی رحمتوں کا شکر ادا کرے، اس کا بس چلتا تو شاید اب وہ بھی اپنا سجدہ جو کہ نجانے کتنی دیر سے [illegible] سجدے میں [illegible] رہتی نہ اٹھاتی [illegible] دروازے پر ہوتی دستک اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"کیا کر رہی تھیں تم، کتنی دیر سے دروازہ بجا رہی ہوں میں تو پریشان ہی ہو گئی تھی۔"

"کچھ نہیں آپا نماز ادا کر رہی تھی۔" اس کی بھاری آواز اور اس کا چہرہ دیکھ کر وہ چونک گئیں۔

"کیا ہوا ہے تمہیں روتی رہی ہو، رخشی بتا رہی تھی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ فکر مندی سے بولیں تو وہ تھک کر بستر پر بیٹھ گئی۔

"بس آپا ایک بہت بڑے حادثے سے بچ کر آئی ہوں۔" اس کے لہجے میں صدیوں کی تھکن تھی۔

"خدا خیر کرے۔" انہوں نے دل تھام لیا۔

"کیا ہوا تھا کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔" وہ اسے ٹٹولنے لگیں۔

"نہیں آپا خدا نے بڑا رحم کیا ہے۔" اس

نے اپنا سر ان کی گود میں رکھ لیا۔

"لیکن روح پر ایسے گہرے گھاؤ لگے ہیں کہ۔۔۔" وہ سوچ کر رہ گئی اور آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر ان کی قمیض کا دامن بھگونے لگے۔

"یا خدا تیرا شکر ہے، یہ آئے دن کے ایکسیڈنٹ خدا کی پناہ، اچھا لو تم یہ چائے پیو۔" انہوں نے اس کے بال سہلاتے ہوئے اٹھانا چاہا۔

"نہیں آپا جی نہیں چاہ رہا، آپ بس مجھے اپنی گود میں سلا دیں اور مجھے یقین دلائیں کہ میں آپ کے پاس اپنوں کے درمیان ہوں مجھے سلا دیں آپا۔" وہ آنکھیں موندے جیسے غنودگی میں بول رہی تھی، آپا نے اس کے بالوں میں دھیرے دھیرے انگلیاں چلانی شروع کی اور ساتھ ہی اس پر سورہ فاتحہ کا دم پڑھ پڑھ کر پھونکنے لگیں، ان کے خیال میں یہی تھا کہ کوئی خوفناک ایکسیڈنٹ ان کی حساس سی بہن کے حواسوں پر منجمد ہو گیا ہے، اس لئے وہ گھبرا گئی ہے، لیکن رات تک وہ تیز بخار میں پھنک رہی تھی، ہوش و خرد سے بیگانہ اپنے بستر پر پڑی تھی اور پھر پورا ایک ہفتہ اس نے اسی عالم میں گزارہ، انتھک تیمار داری اور علاج کے پندرہ دن بعد اس کے بخار کا کچھ زور ٹوٹا تھا لیکن ابھی تک سینے میں دہکتا الاؤ کم ہونے میں نہ آ رہا تھا اپنے وجود پر مضبوط گرفت کے احساس سے اسے اپنے جسم سے آگ کی لپٹیں اٹھتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔

"آپا۔۔۔۔۔۔ آپا پلیز مجھ پر پانی ڈالیں، میرے جسم پر آگ لگی ہے آپا، اسے بجھا دیں۔" وہ ہذیانی انداز میں بولی وہ ابھی تک ہوسپٹل کے بیڈ پر تھی۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ نہیں مجھے نہانا ہے۔"

"نہیں میری جان نہیں ڈاکٹر نے ابھی منع کیا ہے۔" وہ ان کے پکڑے پکڑتے بیڈ سے نیچے گر کر رونے لگی آپا اپنا حجاب درست کرتی

کمرے سے باہر آ گئی۔

اور ایک وہ وجود کہ جسے وہ ساکت و سامت چھوڑ آئی تھی، نجانے کتنے گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی اسی جگہ بے حس و حرکت بیٹھا تھا، اس کا دماغ ابھی تک دھماکوں کی زد میں تھا اور اس کے دماغ کے تمام خلیوں کے پرخچے اڑ گئے تھے، اس کے سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں مفقود ہو چکی تھیں، بس یاد تھی تو دماغ کے خالی گنبد میں گونجتی ایک ہی آواز تھی۔

''حرام اور حلال، حرام اور حلال، کیا ہے حرام و حلال؟''

شیر دار نے جب دیکھا کہ سارا دن گزر جانے کے بعد بھی صاحب کمرے سے باہر نہ آیا تھا تو وہ خود ہی دستک دے کر اندر چلا آیا، وہ صوفے پر بیٹھا سر اس کی بیک سے ٹکائے آنکھیں کھولے چھت کو گھور رہا تھا، اس کے چہرے پر چھائے نا سمجھ میں آنے والے تاثرات سے خائف ہو کر وہ اسے پکار بیٹھا۔

''صاحب کھانا لاؤں آپ کے لیے۔''

لیکن اس بے حس وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی تو اس نے پھر پکارا ناکامی کی صورت میں اس نے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہلایا، اس نے ذرا سا سر اونچا کیا اور خالی خالی نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

''صاحب کھانا لاؤں۔''

''نہیں شیر دار نہیں، مجھے کچھ نہیں چاہیے۔'' وہ گم صم کیفیت میں بڑبڑایا۔

''صاحب آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' اس نے متفکر لہجے میں پوچھا۔

''شیر دار مجھے ایک بات بتاؤ گے؟'' شیر دار ایک مضبوط جسم کا مالک تھا اونچا لمبا چوڑا اس کو دیکھتے ہی اس کی طاقت کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا، نسلاً وہ پٹھان تھا لیکن برسوں سے اس شہر میں رہنے کی وجہ سے اس کے لہجے میں کافی حد تک تبدیلی آ چکی تھی۔

''کہیئے صاحب۔''

''یہ گناہ اور ثواب کیا ہے؟ حلال اور حرام میں کیا فرق ہے، دنیا اور آخرت کی سزا میں کیا ہیں، شیر دار بتاؤ مجھے، آخر تمہیں تو یہ سب کسی نے بتایا ہوگا، تم مجھے بتاؤ، مجھے تو آج تک کسی نے گناہ اور ثواب کے متعلق نہیں بتایا، حلال اور حرام کا فرق کسی نے نہیں سمجھایا، تم مجھے بتاؤ یہ سب کیا ہے؟'' وہ اب بھی چھت پر نظریں جمائے دھیرے دھیرے خواب آگیں لہجے میں بول رہا تھا اور شیر دار حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

''شیر دار یہ سب تو ماں باپ بتاتے ہیں اپنے بچوں کو لیکن میرے ماں باپ نے یہ سب نہیں بتایا مجھے، یقیناً تمہارے ماں باپ نے تمہیں بتایا ہوگا۔'' وہ ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا۔

''مجھے بتاؤ شیر دار مجھے بتاؤ۔'' وہ اچانک ہی اٹھ کر اسے شانوں سے پکڑ کر جھنجھوڑنے لگا۔

''بتاؤ مجھے عورت کیا ہے، اس کی عزت کیا ہے، اللہ اور اس کے نبی نے مرد و عورت پر کون کون سی حدود متعین کی ہیں، تم مجھے بتاتے کیوں نہیں حلال اور حرام میں کیا فرق ہے، شیر دار مجھے بتاؤ مجھے ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔'' وہ سر تھام کر دھیرے دھیرے بیٹھ گیا۔

شیر دار نے پانی کا گلاس بھر کر اس کے ہونٹوں سے لگایا۔

''صاحب پانی پیو۔'' وہ پریشان تھا کہ کیا ہوا تھا اس کے صاحب کو وہ برسوں سے اس کا خاص ملازم تھا اور اس کے ہر جائز و ناجائز کام میں وہ اس کے ساتھ ساتھ تھا، یہ عظیم الشان کوٹھی حمران عالم شاہ کی ذاتی کوٹھی تھی جہاں وہ ہر رات ایک نئی لڑکی کو اس کی بانہوں میں دیکھتا، جہاں شراب پانی کی جگہ استعمال ہوتی تھی اور انجوائے منٹ کے نام پر روز لڑکیاں اور لڑکے مل کر وہ اودھم مچاتے کہ نہ لڑکیوں کو اپنی نسوانیت کے زیاں کا احساس ہوتا اور نہ لڑکوں کی ہوس ختم ہوتی، وہ اسے حرام اور حلال میں کیا فرق بتاتا کہ اس نے تو یہاں آج تک حرام سے ہٹ کر کوئی دوسرا کام نہ ہوتے دیکھا تھا، عورت اور مرد میں قائم کردہ کون کون سی حدود اسے گنواتا کہ یہاں تو عورت خود اس کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتی تھی، شروع شروع میں وہ یہ سب دیکھ کر حیران ہوتا تھا، لیکن اب تو وہ خود بھول گیا تھا عورت کی عزت اور اس کے وقار کو، وہ اس شہر میں اپنے بوڑھے ماں باپ کی خاطر روزی کی تلاش میں آیا تھا لیکن وہ یہاں کی رنگینیوں میں ایسا کھویا کہ مہینے کے مہینے پیسے بھجوا دینے کے علاوہ وہ ان کو بالکل بھول گیا اور وہ اس کی راہ دیکھتے دیکھتے منوں مٹی تلے جا سوئے، پھر اسے حمران عالم مل گیا اور اس کے ساتھ وہ بھی گناہ کی دلدل میں دھنستا چلا گیا، ماں باپ کی نصیحتیں اور بچپن میں پڑھایا گیا سبق ان کی نیکی اور راست بازی سب کچھ اس کے ذہن سے محو ہو گئے۔

''پانی پی لیں صاحب۔'' اس نے ایک دفعہ پھر اسے پکارا لیکن اس نے پانی منہ سے لگانے کی بجائے ہاتھ مار کر گرا دیا۔

''نہیں میں نہیں پیوں گا، ہو سکتا ہے یہ بھی حرام ہو، مجھے تو کبھی کسی نے نہیں بتایا کہ کون سی چیز حرام ہے، میں نے جو مانگا میرے ماں باپ نے میرے سامنے رکھ دیا، جس چیز کی طرف انگلی اٹھائی وہ میری خواہش کرنے سے پہلے مجھے مل گئی، میں نے جو کیا انہوں نے مجھے کبھی نہیں ٹوکا کہ تم غلط کر رہے ہو، میں جو کچھ کرتا گیا وہ سب ان کی نظر میں قابل فخر تھا، میں نے الگ رہنے کی خواہش کی تو بابا پاپا نے بنا کسی پس و پیش کے میرے لیے یہ محل کھڑا کر دیا، میرے باپ میری ماں میری بہنوں کی دوستیوں میں کبھی مرد و عورت کا فرق نہیں آیا، تو میں ان سب سے چھوٹا ہوتے ہوئے کیسے اس فرق کو کیسے جان سکتا تھا۔''

''نہیں صاحب یہ پانی حرام نہیں ہے۔''

اس نے بے یقین نظروں سے شیر دار کی جانب دیکھا اور پانی کا گلاس ہونٹوں سے لگا لیا اور پھر تو شیر دار کو اسے ہر چیز کھلانے سے پہلے باقاعدہ حلال حرام کی تشریح کرنی پڑتی، آج تیسرے دن بھی وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا موبائل آف اور سیل فون کے تار اس نے خود ہی جنونی انداز میں کھینچ دیے کہ آنے والی فون کالز میں لڑکیوں کا اس سے ملنے کا اصرار تھا۔

''شیر دار...... شیر دار۔'' وہ نسوانی پکار پر چونک کر باہر بھاگا۔

''جی...... جی میڈم۔'' وہ بھاگ کر جاتے ہی ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر مودب کھڑا ہو گیا۔

''کہاں مرے ہوئے ہو، فون کو کیا تکلیف ہوئی ہے اور مائی کا سیل بھی آف ہے کہاں ہے وہ۔'' ان کے تیور کڑے تھے۔

''وہ...... وہ اپنے کمرے میں ہیں جی۔'' وہ نظریں جھکائے کھڑا تھا۔

وہ اپنی بڑی بیگم کی باریک سی ریشمی ساڑھی کے مختصر ترین بلاؤز میں سے جھانکتے بدن پر نظریں جمانے کی گستاخی نہیں کر سکتا تھا، وہ دو بیٹیاں بیاہنے کے بعد چھبیس سالہ بھرپور جوان بیٹے کی ماں ہونے کے باوجود کہیں سے بھی پینتیس سے اوپر کی نہ لگتی تھی، ان کے انگ انگ میں جوانی بھری تھی سجنے سنورنے اور خود کو نمایاں کرنے کا طریقہ انہیں بالکل ینگ لیڈی ظاہر کرتا تھا، جوان مرد آج بھی انہیں دیکھ کر آہیں بھرتے تھے، وہ بڑی نزاکت سے ٹک ٹک کرتیں اندر بڑھ گئیں تو وہ ان کے پیچھے بھاگا۔

''وہ...... میڈم صاحب کی طبیعت

www.pkdigest.com

نہیں ہے، کچھ دنوں سے۔"

"کیا ہوا ہے اسے، کسی ڈاکٹر کو چیک کرایا اور تم مجھے فون کر کے اطلاع نہیں کر سکتے تھے۔" وہ زور زور سے بولتیں چلتیں جا رہی تھیں۔

"وہ میڈم! صاحب جی سو رہے ہیں۔" وہ ان کے ساتھ چل رہا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ اس کے کمرے میں نہ جائیں، وہ اپنے کمرے میں ضرور تھا لیکن بیڈ کی بجائے آج کل اس کا بستر قالین تھا جہاں وہ بنا گدے اور تکیے کے لیٹا رہتا۔

"شیر دار مجھے ایسا لگتا ہے جیسے اس بستر پر بڑے بڑے نوکیلے خنجر گڑھے ہوں جو میرے جسم میں پیوست ہو کر آر پار ہو گئے ہیں، مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے یہاں لیٹتے ہوئے۔" اس نے خوفزدہ انداز میں اسے اپنے احساسات بتائے تھے، وہ خود حیران تھا کہ یہ اچانک حمران عالم گردیزی جیسے بندے کو جو ہر کسی کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھتا تھا کیا ہو گیا، یہ ساری صورتحال اس کی سمجھ سے بالاتر تھی، آج تین دن ہو گئے تھے اسے اس پریشان کن صورتحال سے نبرد آزما ہوتے اور وہ جانتا تھا کہ اگر میڈم نے انہیں اس حالت میں دیکھ لیا تو اس کی شامت آ جائے گی اور پھر ایسا ہی ہوا انہوں نے جیسے ہی دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر کھولا ایک جھٹکا لگا تھا انہیں، وہ سر کے نیچے ہاتھ رکھے چت لیٹا چھت پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا، وہ بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھیں تھیں۔

"مانی یہاں کیوں لیٹے ہو، کیا ہوا ہے تمہیں؟" ان کے لہجے میں تشویش کی بجائے حیرانی اور سختی تھی، وہ نگاہوں میں بیگانہ پن لئے انہیں دیکھے گیا۔

اور پھر کتنے ہی سائیکاٹرسٹ ناکام ہو گئے اس کی ذہنی رو کو بدلنے میں وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھے جاتا اور پھر نفی میں سر ہلا دیتا۔

"نہیں تمہارے پاس میرا علاج نہیں ہے۔" وہ ملک کے نامی گرامی اور مانے ہوئے سائیکاٹرسٹ سے کہہ کر جیسے ان کے منہ پر طمانچہ مارتا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو خدا کی حقیقت کیا ہے، گناہ اور ثواب کیا ہے، اللہ اور اس کے نبی نے عورت اور مرد کے لئے کیا احکام صادر کیے ہیں، نہیں تم نہیں بتا سکتے، میں پاگل نہیں ہوں، صرف راہ سے بھٹکا ہوا مسافر ہوں، مجھے کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔" اور وہ ماہر نفسیات سب جانتے بوجھتے بھی اس کے پیرنٹس سے یہ نہ کہہ سکے کہ وہ اسے سائیکاٹرسٹ کی نہیں کسی عالم دین کی ضرورت ہے، ایسا کہہ کر انہیں ان کے عتاب کا نشانہ نہیں بننا تھا، کہ وہ مغربی طرز زندگی کے دلدادہ محض نام کے ہی مسلمان تھے، اسلامی، مشرقی طرز زندگی انہیں کسی گالی کی مانند لگتی، وہ اپنا بہت کم وقت پاکستان میں گزارتے تھے۔

"حمران بیٹا! اب بس کرو، میں مزید یہ برداشت نہیں کر سکتا، کیا چاہتے ہو تم، کچھ تو پھوٹو منہ سے، اپنا پرابلم بتاؤ ہمارے ساتھ شیئر کرو، یہ کیا تم نے اول جلول حلیہ بنا رکھا ہے، اپنا حلیہ درست کرو اور جا کر اپنا آفس سنبھالو، میں اکیلا کیا کیا دیکھوں، جانتے ہو تمہاری اس لاپرواہی کی وجہ سے کمپنی کو کتنا خسارہ ہو رہا ہے، کاروبار کو کتنا بڑا نقصان پہنچ رہا ہے، فیکٹریوں کی جانب دھیان دیتا ہوں تو کمپنی کی ساکھ بگڑنے لگتی ہے، کمپنی کو دیکھتا ہوں تو فیکٹریوں کی طرف سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔"

میران عالم گردیزی دو مہینوں میں ہی بوکھلا گئے تھے، وہ کہ جس نے بزنس کا آدھے سے زیادہ بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا، اب خود سے بھی بے نیاز تھا، حلق سے اترتا نوالہ اسے زہر کی مانند لگ رہا تھا، وہ خاموش بیٹھا نجانے ان کی آواز سن بھی رہا تھا یا نہیں۔

"میں تم سے کچھ کہہ رہا ہوں حمران۔" وہ چیخ پڑے تو اس نے دھیرے سے سر اٹھا کر دیکھا۔

"آپ نے مجھ سے کچھ کہا پاپا۔" وہ اس کے سوال پر حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھنے لگے، کھانا کھاتا مسز عالم کی کیفیت بھی ان سے مختلف نہ تھی، کیا یہ ان کا وہی بیٹا تھا جو ذرا سی سرزنش پر بھڑک اٹھتا تھا، ایک ذرا سی خلاف مزاج بات اسے آگ بگولہ کر دیتی تھی، ذرا سی ڈانٹ پر وہ آسمان سر پر اٹھا لیتا اور اب، اب کیا ہو گیا تھا اسے ان دو مہینوں میں انہوں نے کیا کیا جتن کر ڈالے تھے اسے ہوش کی دنیا میں لانے کے لیکن وہ ان کے سامنے ایک لفظ تک نہ کہتا نجانے کیسی گرہ لگ گئی تھی اس کے دماغ میں جو کھلنے کا نام نہ لیتی تھی وہ ابھی تک اس کا اصل مسئلہ نہ جان پائے تھے، وہ انہیں اس طرح دیکھتا خاموشی سے اٹھ گیا اور وہ پریشانی سے اسے دیکھتے رہ گئے۔

www.pkdigest.com

"چھوڑ دو مجھے، خدا کے لئے چھوڑ دو، مجھے جانے دو، پلیز مجھے جانے دو۔" جیسے ہی دو ہاتھوں نے اسے دبوچ کر خود سے چمٹا لیا، وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی، پسینے سے تر اس کا وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا اور وہ خوفزدہ ہرنی کی مانند اپنے دائیں بائیں دیکھ رہی تھی اس کی سانسیں ایسے چل رہی تھیں جیسے وہ بڑی دور سے بھاگتی ہوئی آئی ہو۔

"عینی کیا ہوا عینی۔" اس کی چیخ سن کر آپا کے ساتھ گھر کے باقی افراد بھی دوڑے چلے آئے۔

"کیا ہوا ہے میرے بچے کو کیا خواب میں ڈر گیا میرا بچہ۔" وہ بابا کی لاڈلی تھی، اس نے دھیرے دھیرے پلکیں وا کیں تو بابا کے مشفق چہرے کو خود پر جھکے پایا، اس وقت سارا گھر رمضان المبارک کے پہلے روزے کی سحری کے لئے اٹھا ہوا تھا، لیکن اس کی طبیعت کی خرابی کے باعث ابھی تک اسے کسی نے نہ جگایا تھا۔

بابا بھی دوسری طرف اس کے سرہانے آ بیٹھے تھے۔

"آپ تو میرے شیر بیٹے ہیں پھر کیوں ڈر گیا میرا بچہ۔" وہ اٹھ بیٹھی تو ماں جی نے اس کا سرکتا ہوا دوپٹہ اس کے سر پر صحیح کیا۔

"بابا...... بابا۔" پھر دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رو دی۔

"بابا...... وہ...... بابا۔" وہ خوف زدہ تھی۔

"ہاں ہاں بتاؤ بچے۔"

"بابا مجھے ایسے لگتا ہے جیسے، جیسے مجھے کوئی دبوچ رہا ہے، میں ایسے شکنجے میں پھنسی ہوئی جہاں سے پورا زور لگا کر بھی نہیں نکل پائی، جیسے آپ سب سے بہت دور چلی گئی ہوں بہت دور اور آگ ہے ہر طرف آگ ہی آگ دہکتا ہوا الاؤ میرے اردگرد ہر طرف آگ کے شعلے میں جن میں گھری ہوں وہ شعلے مجھے اپنی لپیٹ میں لینے کو لپکتے ہیں، بابا مجھے بچا لیں پلیز مجھے بچا لیں بابا۔"

وہ ان کے سینے میں سر چھپا کر رونے لگی، بابا کے چہرے پر تفکر کی لکیریں نمودار ہو گئیں، سورۃ یٰسین پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر اسے پلایا اور سورۃ فاتحہ کا دم پڑھ کر اس پر پھونک ماری، وہ کچھ پرسکون ہو گئی۔

لیکن جو خوف اس کی رگوں میں سرایت کر چکا تھا وہ اسے ایک پل چین نہ لینے دیتا تھا، وہ جب بھی سونے کے لئے لیٹتی اسی طرح چیخیں مارتی ہوئی اٹھ بیٹھتی، پھر کچھ بابا کی محنت اور کچھ اپنی کوششوں سے اس کے معمول میں فرق آنے لگا، اسے تو پہلے ہی اپنے پہلے عشرے کے روزے چھوٹ جانے کا از حد افسوس تھا، لیکن اب وہ یہ کوتاہی کرنا نہیں چاہتی تھی، اول تو اسے نیند ہی نہ آتی اور اگر کبھی آنکھ لگ بھی جاتی تو اچانک اٹھ کر بیٹھ جاتی پسینے میں نہائے لرزتے وجود کے ساتھ

ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر سختی سے چیخوں کو دبا لیتی اب اس کی راتیں بستر کی بجائے جائے نماز پر گزرنے لگی تھیں رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں وہ ساری ساری رات سجدے میں گری پڑی روتی رہتی اماں سحری کے لئے اسے جگانے آتیں اور دھیرے سے اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر دیکھتیں تو وہ سجدے میں سر رکھے پڑی ہوتی۔

''یا اللہ میری بچی کو سکون کی دولت سے سرفراز فرما۔'' رمضان المبارک کا مہینہ اپنی رحمتیں لٹاتا چلا گیا، چاند رات کو اس کی چہکار سارے گھر میں گونجا کرتی تھی، چوڑیوں والی خود ہی ان کے گھر آ کر انہیں چوڑیاں پہنا جایا کرتی تھی اور وہ مہندی کی کون لئے، آپا اور رخشی آپی کے پیچھے پیچھے پھرا کرتی کہ اسے دوسروں سے ہاتھوں پر بیل بوٹے بنانے کا از حد شوق تھا، لیکن وہ تھیں کہ ان کے کام ہی ختم ہونے میں نہ آتے تھے اور وہ اپنا سارا شوق اپنے ہاتھوں پر پورا کرتی آگے پیچھے بھر بھر کر خوب مہندی لگاتی اور اس کے ہاتھوں پر رنگ بھی کافی گہرا ہوتا، وہ تو دیوانی تھی عید اور عید کی خوشیوں کی، لیکن یہ عید آئی اور چپ چاپ گزر بھی گئی، دونوں بہنیں اس کی منتیں کرتی رہیں مہندی لگوانے کو لیکن اس نے کون ہاتھ میں لے کر نہ دی نہ چوڑیاں نہ مہندی سادہ سا کاٹن کا نیا سوٹ پہنا اور عید گاہ میں نماز پڑھنے سب گھر والوں کے ساتھ گئی اور واپس آ کر بہنوں کے ساتھ مل کر کچن میں ہاتھ بٹایا اور مہمانوں کی آمد و رفت سے پہلے ہی کمرے میں بند ہو گئی، اب تو نجانے اس کی زندگی کی کتنی عیدوں کو اس طرح ہی گزرنا تھا کہ اب اس کے اندر کے وہ تمام ارمان مر چکے تھے کہ جنہیں اس نے بہت سنیت سنیت کر رکھا تھا۔

......

تین ماہ ایک طویل مدت تھی اسے خود سے بے خود ہوئے وہ جو اپنے حلقہ احباب میں مشہور معروف ہر دلعزیز، ویل ایجوکیٹڈ، ویل ڈریسڈ اور بھرپور مردانہ وجاہت کا حامل دولت و حشمت کی بنا پر ہر محفل میں ممتاز نمایاں ہوتا تھا، اب خود سے بھی بیگانہ و اجنبی ہو گیا تھا، کئی کئی دن ایک لباس پہنے، شیو کئے بنا ہی گھومتا رہتا، گردیزی ولا کہ جس کے پورٹیکو میں بیک وقت چار گاڑیاں ہمہ وقت موجود رہتی تھیں اب اس کا اکلوتا سپوت کئی کئی گھنٹے سڑکوں پر پیدل مارچ کرتے ہوئے پایا جاتا، یونہی چلتے چلتے اگر کوئی جان پہچان والا دیکھ لیتا تو اسے پہچان کر حیرت سے گنگ رہ جاتا اور وہ بنا کوئی تاثر دیئے آگے بڑھ جاتا نرم و گداز بستر پر سونے والے کو اب اس بستر پر ساری ساری رات نیند نہ آتی، فرش پر بچھے دبیز مخملیں قالین پر سونے کی کوشش کرتا تو وہاں بھی اسے یہ باریک نوکیلی کیلیں سی چبھتی ہوئی محسوس ہوتیں، اس کے لئے اس نے اچھا خاصہ شور شرابہ برپا کر کے اپنے کمرے میں سے وہ امپورٹڈ قالین اٹھوا دیا تھا اور اب ٹھنڈے ننگے فرش پر لیٹ کر چھت کو دیکھے جاتا، نیند تو جیسے اس کی آنکھوں سے روٹھ ہی گئی تھی اور اگر کبھی آنکھ لگ بھی جاتی تو خواب میں اسے اندھیری رات کی تاریکی لحہ بہ لحہ اپنی طرف بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی، ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا جس میں وہ بھٹکتا پھرتا تھا، ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہ دیتا۔

اس کے پیرنٹس نے بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا، کہ وہ بیرون ملک علاج کی غرض سے لے جانا چاہتے تھے اور اب وہ اس معاملے میں ان کی ایک نہ سنتا تھا، وہ ایک بے نشان مسافر کی طرح جگہ جگہ مارا مارا پھرتا، آج بھی نظریں جھکائے بنا ادھر ادھر دیکھے چلتے چلتے وہ نجانے کدھر نکل آیا تھا کہ ایک پراثر و پرتاثیر آواز

نے اس کی توجہ اپنی جانب کھینچی تھی، اس نے چونک کر اپنے سامنے کچھ دور کھڑی عمارت کو جو سادگی و خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھی کو بڑی حسرت سے دیکھا تھا، کیسی بدنصیبی تھی اس کی کہ شہر کی مشہور و معروف گزرگاہ کے ایک کنارے پر بڑی شان سے کھڑی اس عمارت میں جانا کبھی اس کے نصیب نہ ہوا تھا، حالانکہ دن میں کئی بار اپنی شاندار گاڑی میں یہاں سے گزرتے ہوئے یا سڑک کے دوسرے کنارے پر بنے بڑے سے ہوٹل میں ضیافتیں اڑاتے ہوئے اس نے اس پکار کو ان گنت بار سنا تھا، لیکن پہلے کبھی اس صدا میں اسے ایسی کشش ایسی تاثیر محسوس نہ ہوئی تھی۔

''اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشھدان لا الہٰ اللہ'' کی بلند ہوتیں صدائیں، اسے اپنی جانب کھینچ رہی تھیں، لیکن وہ اپنی ٹانگوں میں آگے بڑھنے کی سکت نہ پاتا تھا، اذان ختم ہو چکی تھی لیکن وہ بت کی مانند اپنی جگہ ایستادہ آنکھوں میں دنیا کی جہاں کی حسرتیں لئے اس پر نگاہیں جمائے کھڑا تھا، پھر کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ لوگ سروں پر سفید ٹوپیاں سجائے جوق در جوق اس کی طرف جانے لگے، وہ بھی اس سیل رواں کے ساتھ بہتا چلا گیا، لیکن دروازے تک پہنچ کر اندر جانے کی ہمت نہ کر سکا، وہ سر اٹھا کر اس بلند مینار کو دیکھ رہا تھا، کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جو اس کے اندر جاتے تھے، اپنے خدا کے روبرو حاضر ہو کر اس کی خوشنودی حاصل کرتے تھے، کتنی رحمتیں تھیں ان پر اس رب کی جو اپنا اچھا برا جانتے تھے، حلال اور حرام میں فرق پہچانتے تھے، ان کے ماں باپ نے ان کی گھٹی میں جائز و ناجائز کے فرق کو گھوٹ کر پلایا تھا اور ایک وہ تھا بدنصیب، اپنے پیدا کرنے والے سے کوسوں دور گناہوں کی دلدل میں دھنسا ہوا، ایک ایسا انسان جو چاہتے ہوئے بھی اپنے گناہوں کے بوجھ سے آزاد نہ ہو سکتا تھا، ان گنت و بے شمار گناہوں کی معافی تو شاید اس کے گھر میں بھی قبول نہ ہو سکتی تھی کہ وہ تو اپنے خدا کی رحمتوں اور نوازش سے بالکل بے خبر و نابلد تھا، وہ نہیں جانتا تھا کہ کس طرح آخر کس طرح وہ گناہوں کے اس بوجھ سے آزاد ہو، بے اختیار ہی اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے، کوئی تو ایسا راہنما ہو جو اس جان کنی کے عالم سے اسے نجات دلائے۔

''کیا بات ہے بیٹا اس طرح کیوں کھڑے ہو۔'' مشفق سی آواز پر اس نے دھیرے سے سر جھکا کر گردن موڑی، لیکن آنکھوں میں چھائی دھند کے باعث وہ اپنے سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھ نہ پایا آستین سے آنکھیں صاف کیں، ہاتھ میں تسبیح سر پر سفید ٹوپی کندھوں پر سفید رومال وہ، وہ باریش ادھیڑ عمر بزرگ اس سے مخاطب تھے۔

''آؤ بیٹا اندر چلو نماز کا وقت ہو چکا ہے، جماعت کھڑی ہونے میں چند منٹ رہ گئے۔''

''میری اتنی حیثیت و قسمت کہاں بزرگ اعلیٰ جو میں اس پاک جگہ کے اندر قدم بھی رکھ سکوں۔'' اس کے لہجے میں ٹوٹتے کانچ کی سی کھنک تھی، دنیا جہان کا درد، شرمندگی، ناامیدی پنہاں تھی اس کے انداز میں۔

''بہت گناہ گار انسان ہوں جناب۔''

''خدا بہت غفور الرحیم ہے بیٹا توبہ کا ایک آنسو بھی بہے تو وہ اپنے بندے کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے اور تمہارے چہرے پر تو ایک سمندر موجزن ہے۔''

''میں اس سمندر میں بہہ بھی جاؤں تو میرے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ وہ دھل نہ سکیں گے۔''

''ناامیدی اور مایوسی گناہ ہے، جب تک زندگی کی ایک سانس بھی باقی ہے توبہ کے

www.pkdigest.com

دروازے ہمارے لئے کھلے ہیں، تم تو خوش نصیب ہو کہ اس کم عمری میں خدا نے تمہیں توبہ کی توفیق دی ہے، آؤ آؤ شاباش۔'' وہ اس کا کندھا تھپک کر اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کرنے لگے، وہ بے یقین و حیران ان کی جانب دیکھے گیا۔

''ہاں آں شاباش ہمت کرو، توبہ کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں۔'' انہوں نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ بے اختیار کھنچتا چلا گیا، لیکن دہلیز پر پہنچ کر جھجک کر رک گیا، چند لمحوں بعد جوتا اتار کر ایک سائیڈ پر کیا اور اندر داخل ہو گیا۔

''دیکھو سب نمازی جماعت کے لئے کھڑے میرا انتظار کر رہے ہیں۔''

''لیکن میں تو ایسا بدنصیب ہوں کہ مجھے تو نماز بھی نہیں آتی جناب۔'' اس کی حراساں و خوف زدہ آواز کسی گہری کھائی سے برآمد ہوئی، وہ چند لمحے خاموشی سے دیکھے گئے پھر گہرا سانس لے کر مخاطب ہوئے۔

''جاؤ تم وضو کر کے آؤ۔'' پھر فوراً ہی جیسے خود کو سرزنش کی کہ نماز کے طریقے سے ناامید انسان وضو کیونکر کرے گا۔

''ٹھیک ہے تم ادھر بیٹھو۔'' ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ جلدی سے آگے بڑھ گئے۔

وہ پہلے کی نسبت اب بہتر تھی کالج جانے کو دل نہ چاہتا تھا لیکن جانا ضروری تھا کہ اسے بی اے فائنل کے ایگزامز کی بھرپور تیاری کرنا تھا، اب وہ بھی لیٹ نہ ہوئی وین پر بھی جاتی اور واپس بھی وین پر آتی اور اگر کبھی لیٹ ہو بھی گئی تو چھٹی کر لیتی لیکن تنہا گھر سے نکلنے کا رسک نہ لیتی تھی۔

اب وہ خواب میں ڈر کر چیختی ہوئی نہ اٹھتی تھی، سارا دن کی مصروفیت اور انتھک محنت کے بعد جب وہ بستر پر لیٹتی تو ایک پر حدت لمس کی تپش کے احساس سے اسے اپنا جسم شعلوں میں لپٹا ہوا محسوس ہوتا تھا، اپنے وجود میں رینگتی ہوئی چیونٹیاں اس کے روئیں روئیں میں انگارے بھر دیتی، تو وہ فوراً اٹھ کر باتھ روم میں بھاگتی ہوئی جاتی اور غسل کے بعد جائے نماز پر کھڑی ہو جاتی۔

''یا اللہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، میرے پروردگار تو مجھے اس احساس سے نجات دے دے، رحیم ہے تو کریم ہے، تیری رحمتوں کی کوئی حد نہیں، یارب تو اپنے بھٹکے ہوئے بندوں کو سیدھا رستہ دکھا میرے مالک کہ میرے جیسی باحیا و پاکیزہ لڑکیوں کو ان کی وحشت سے محفوظ رکھ، میرے مالک، تو گناہ گاروں کو توبہ کی توفیق عطا فرما توبہ کرنے والا تیرے نزدیک بہتر بہت ہی ہے اے پروردگار عالم مجھ جیسی بندی کی روح کو سکون عطا فرما۔'' وہ اپنا دامن پھیلائے خدا سے بھیک مانگ رہی تھی۔

''خدایا تو، تو بڑا رحیم و کریم ہے، اپنی اس عاجزہ و انکسار بندی پر رحمتوں کی بارش برسا۔'' اور وہ اعلیٰ ذات بزرگ و برتر ہستی وہ واقعی بہت رحیم و کریم ہے اپنی اس عاجزہ و انکسار بندی پر اپنی رحمتوں کی بارش کیوں نہ برساتا اس کے دل کو سکون کیوں نہ بخشتا، دل کی وحشتوں کو کچھ قرار نصیب ہو گیا تھا، اس کی بے چینیوں کو کچھ چین آ گیا تھا، لیکن ایک پرتپش لمس کا احساس جو اس کے وجود سے لپٹ گیا تھا وہ اس سے نجات نہ پا سکی اور نجانے کب تک اس نے اس کے زیر اثر رہنا تھا اس نے اپنا معاملہ اپنے خدا کے سپرد کر دیا کہ وہ تو ہر مصلحت سے واقف ہے۔

آپ کی مجلس میں جہنم کا ہولناک بیان ہو رہا تھا، ایک کالا حبشی آپ کے سامنے بیٹھا سن رہا تھا، خوف زدہ ہو کر رو پڑا، اتنے میں جبرئیل نے آ کر پوچھا۔

''یہ رونے والا کون ہے؟''

''آپ نے فرمایا حبش کا رہنے والا ایک نیک بخت آدمی ہے۔''

جبرئیل نے کہا کہ۔

''اللہ عزوجل فرماتا ہے ''مجھ کو اپنی عزت و جلال اور اپنے عرش پر بلند ہونے کی قسم کہ جو میرے خوف سے دنیا میں روئے گا میں اس کو جنت میں ہشاش بشاش، خوش و خرم رکھوں گا۔''

''تو پتہ چلتا ہے کہ عذاب الٰہی سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ اپنے اندر خوف الٰہی پیدا کرو خدا و رسول کے فرمان پر ایمان لاؤ اس کے تابعدار ہو جاؤ۔'' وہ سر جھکائے ان کے سامنے بیٹھا تھا۔

''تو بیٹا ثابت ہوا کہ خدا اپنے ان بندوں سے راضی ہوتا ہے اور انہیں انعام و اکرام سے نوازتا ہے، جو اس کے خوف سے گناہ کے رستے کو چھوڑ کر توبہ کے دروازے پر آن کھڑے ہوتے ہیں اور وہ ایسا رحیم و کریم ہے کہ اس دروازے پر کھڑے ہوؤں کو جنت کا پروانہ دے کر خود بھی مغرور ہو جاتا ہے۔''

''اور اس غرور کا حقدار بھی تو صرف وہی ہے۔''

''ہم انسان جو اپنی کسی صفت پر غرور کرتے ہیں تو کفر کرتے ہیں، کیونکہ ہم ناراضگی میں اس اعلیٰ و برتر ذات کے ساتھ خود کو شریک بنانے لگتے ہیں۔''

''استغفر اللہ۔''

''تم نہیں جانتے کہ جس خدا نے ہمیں یہ خوبی عطا کی ہے وہ اس غرور کی وجہ سے ہم سے چھین بھی سکتا ہے اور ہم دنیا میں ذلیل و رسوا ہو کر جگہ جگہ در بہ در بھٹکتے پھرتے ہیں۔'' وہ جو اپنے پورے ہوش و حواس میں انہیں سن رہا تھا اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا، اسے ایسا لگا تھا جیسے اس باریش بزرگ نے کھینچ کر ایک طمانچہ اس کے منہ پر جڑا ہو۔

وہ بھی تو چند ماہ پہلے تک خدا کی حیثیت سے بے خبر دنیا کی رنگینیوں میں مست ہر بات سے نابلد تھا، غرور اس کی نس نس میں لہو بن کر دوڑتا تھا، امیر و کبیر ماں باپ کا اکلوتا وارث ملیں، فیکٹریاں، فارمز اوپر سے بھرپور مردانہ وجاہت کہ جس پر صنف مخالف تو پگلی ہی تھی اس کے ہم جنس بھی اس کی قربت کے خواہاں رہتے تھے اور ایسا کون سا گناہ تھا جو اس سے سرزد نہ ہوا تھا، وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور پلٹ کر تیز تیز قدموں سے چلتا مسجد کے دروازے سے باہر نکل گیا، ان کی نظروں نے اوجھل ہونے تک اس کا تعاقب کیا تھا وہ پچھلے پندرہ دن سے ہر روز ان کے پاس حاضری دے رہا تھا، ہونٹوں پر ہونٹ جمائے صرف ان کی سنتا تھا، جامد لبوں نے جیسے کچھ نہ بولنے کی قسم کھا رکھی تھی اور پھر اسی طرح اچانک ہی اٹھ کر چلا جاتا، انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس کے لئے ہر روز کی طرح دل کی گہرائیوں سے دعا کی اور منہ پر ہاتھ پھیر کر گھر جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

اگلے دن وہ پھر ان کے سامنے تھا، کسی لٹے ہوئے مسافر کی مانند ویران آنکھیں زمین پر گاڑھے وہ ان سے درخواست کر رہا تھا۔

''صاحب محترم آپ میرے لئے دعا کریں۔''

انہوں نے بہت شفقت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''کچھ کہو بیٹا اپنے متعلق بتاؤ، ہو سکتا ہے تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔'' انہوں نے کہا تو ایک تلخ سا تاثر اس کے چہرے پر ابھرا۔

''پہاڑوں کے بوجھ سے بھی زیادہ بوجھ

www.pkdigest.com

ہے میرے گناہوں کا۔"

"ان پہاڑوں کو بنانے والے خدا کی رحمت ہزار ہا گنا بڑی ہے بیٹا۔" وہ خالی خالی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا، بمشکل لب وا ہوئے۔

"زنا اور زانی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟"

"اس کا بیان خدا نے سورۃ نور میں بیان فرمایا ہے اور مردوں کو خاص ہدایت ہے کہ اس کی تلاوت تو ترجمہ خاص طور پر پڑھیں اور اس پر عمل کریں۔" انہوں نے مدبرانہ انداز میں بات شروع کی۔

"زانی اگر کنوارے ہو تو سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی اور اگر شادی شدہ ہو تو سنگسار کرنے کا حکم ہے۔

ترجمہ:۔ بدکار مرد نکاح نہ کرے، مگر بدکار عورت یا شرک والی سے، اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد یا شرک۔

ایک اور جگہ بیان ہے۔

"بری عورتیں برے مردوں کے لئے ہیں اور برے مرد بری عورتوں کے لئے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں۔"

اس کی آنکھوں نے آنسوؤں رواں تھے سیلاب کا ریلا تھا جو اُمڈ چلا آ رہا تھا، آج وہ اٹھ کر کہیں نہیں گیا تھا، بلکہ ان کے ہاتھوں پر پیشانی ٹکائے بلک بلک کر رویا تھا، وہ خاموشی سے اس خوش بخت کو رشک سے دیکھتے رہے، آنسوؤں کا طوفان تھمنے کے بعد وہ ان سے ایک ہی استدعا کر رہا تھا کہ وہ اس کے لئے خدا سے معافی طلب کریں۔

"میں تو آنسو بہا بہا کر تھک گیا لیکن میرے دل کو قرار نصیب نہیں ہوتا، ایسا لگتا ہے جیسے جسم کو کوئی آرے سے چیر رہا ہے، میرے جسم کے ٹکڑے جگہ جگہ بکھرے ہیں۔"

"اپنے رب کے حضور پنجگانہ باجماعت نماز ادا کیا کرو، نماز سے دل کو سکون اور راحت نصیب ہوتی ہے۔" اور اس نے تو جیسے یہ بات اپنے اشکوں میں پرو کر دل میں اتار لی وہ پانچوں وقت بہت باقاعدگی سے مسجد میں آنے لگا، نماز کے بعد ان کا وعظ سنتا اور جیسے وہاں سے اٹھنا اور گھر جانا بھول جاتا، رات گئے تک عبادت میں مشغول رہتا، رمضان المبارک کا پہلا روزہ بہت خوشی سے رکھا تھا لیکن دل میں ڈر تھا کہ اسے نبھا نہ سکے گا، لیکن سارا دن عبادت میں مشغول اس طرح گزر گیا کہ پتہ ہی نہ چلا وہ بہت حیران تھا کہ وہ جس کام کو بہت مشکل سمجھ رہا تھا وہ کتنی آسان سے طے ہو گیا تھا رمضان المبارک کا آخری عشرہ میں وہ مسجد میں باقی لوگوں کے ساتھ اعتکاف بیٹھا تھا، چاند رات کو سب لوگوں کے کوئی نہ کوئی عزیز انہیں لینے آ گئے تھے اور ان کے ہونٹوں پر خوشی و مسکراہٹ کے ساتھ مبارک اور خدائے بزرگ و برتر کے قبول کر لینے کی دعائیں شامل تھی۔

"اٹھو بیٹا اب تم بھی گھر جاؤ بہت رات ہو گئی ہے صبح عید ہے اور تمہارے گھر والے پریشان ہو رہے ہوں گے۔" عشاء کی نماز کے بعد انہوں نے اس کے قریب آ کر کہا۔

"گھر والے؟" ایک پھیکی سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا۔

"بابا میری آزمائش کب ختم ہو گی؟ یہ امتحان.....؟ نجانے میں اس میں کامیاب بھی ہو پاؤں گا یا نہیں۔" وہ انہیں شروع دن سے بزرگ محترم کہتا تھا لیکن انہوں نے اسے ٹوک کر بہت محبت سے اسے بابا کہنے کی اجازت دی تھی، وہ اس کی بات سن کر مسکرائے اور اس کے قریب بیٹھ گئے۔

"ہاں اب بولو کیا مسئلہ ہے؟"

"بہت بدنصیب ماں باپ کی اولاد ہوں میں، جنہیں صرف دنیا سے غرض ہے انہوں نے صرف اس دنیا کو ہی اپنا اصل مقام بنا لیا ہے جو دولت و عمارت کو ہی سب کچھ سمجھ لیا ہے، نیکی اور راست بازی کو صرف کتابی باتیں اور دقیانوسی عمل سمجھتے ہیں، دین اسلام پر چلنا ان کے لئے باعث شرم ہے۔"

"زندگی کے معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں، ہمارے پیارے پیغمبر ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے توحید کی کسوٹی پر کس کس طرح پرکھا، ایک بڑی صبر آزما زندگی تھی ان کی، مثلاً آپ چاند اور سورج سے آزمائے گئے، باپ آزر بت تراش کی سختی اور پھر جدائی سے آزمایا گیا، آگ میں ڈال کر امتحان لیا گیا، اسماعیلؑ کی قربانی مانگی غرضیکہ ہر امتحان اور کرب و بلا میں آپ کو صبر و استقلال کا ایک بہترین نمونہ بنایا کہ آنے والی دنیا کے لئے علم و عمل میں تمثیل و مشعل رہے۔"

"تو بیٹا ہم لوگ کس قابل ہیں، خدا اپنے بندوں کو ان کے صبر سے زیادہ نہیں آزماتا خدا کو اگر تمہاری آزمائش منظور ہے تو یہ اس بات کی گواہی ہے کہ تم خدا کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہو چکے ہو، کیونکہ خدا اپنے عزیز بندوں کو ہی آزماتا ہے، چلو اٹھو شاباش گھر جاؤ اور یہ عید اپنے گھر والوں کے ساتھ مناؤ۔" وہ متذبذب سا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہمیشہ کی طرح یہ عید بھی ایسی ہی ہو گی، ماما پاپا چاند رات کو ساری رات بڑے بڑے فنکشن اٹینڈ کریں گے عید کا سارا دن سو کر گزار دیں گے اور رات گئے کسی نہ کسی عید ملن پارٹی میں شرکت کرنے کے لئے ساری رات گھر سے غائب رہیں گے اور اس بات پر اسے افسوس اس لئے بھی تھا کہ کچھ عرصہ پہلے تک وہ بھی اسی روٹین کا حصہ تھا۔

وہ اپنی تمام کوششوں میں ناکام ہو گیا تھا، اس کے ماں باپ نے اسے جاہل اجڈ، انتہا پسند اور نجانے کیا کیا القابات سے نوازا تھا، وہ تھک ہار کر واپس لوٹ آیا، عشاء کی نماز کے بعد وہ بڑی دیر تک جائے نماز پر بیٹھا عبادت میں مشغول رہا تھا کہ کندھے پر مشفق ہاتھ کا لمس محسوس ہوا۔

"کیا بات ہے بیٹا آج پھر بہت پریشان دکھائی دیتے ہو کیا گھر نہیں جاؤ گے؟"

"گھر کیسے جاؤں بابا کہ اس حرام نگری میں میرا دل ہولتا ہے، مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں کسی دہکتے ہوئے تنور میں پڑا ہوں، شعلوں کی لپیٹ مجھے حصار میں جکڑ لیتی ہے۔" وہ خاموشی سے اس کی جانب دیکھنے لگے، اس کے جسم پر طاری لرزہ اور ہاتھوں کی لرزش کو دیکھتے ہوئے وہ چونک اٹھے۔

"تم نے آخری بار کھانا کب کھایا تھا۔" ان کے سوال پر اس کی آنکھیں خود بخود جھک گئیں۔

"بیٹا میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے۔" ان کے لہجے میں حلاوت تھی۔

"کچھ یاد نہیں بابا، حرام کا ایک لقمہ بھی توڑنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"مجبوری کی حالت میں حرام بھی جائز ہے۔"

"لیکن مجھے کوئی مجبوری نہیں ہے، میں جوان اور طاقتور ہوں، میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں محنت کر کے کما سکتا ہوں لیکن......" اس کے لہجے میں تاسف کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔

"لیکن کیا؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے باپ نے میرے لئے تمام راستے بند کر دیے ہیں، میں کہیں نوکری کروں گا تو ان کی عزت پر حرف آئے گا میرے لئے دنیا کے

www.pkdigest.com

تمام دفتر بند ہو چکے ہیں، ملک میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں میرے باپ کا اثر و رسوخ نہ ہو، ہر جگہ سے مایوس ہو کر میں نے ایک دو جگہ مزدوری کی پھر کوئے لیکن نجانے انہیں کیسے خبر ہو گی۔" وہ بہت دھیرے دھیرے دلگرفتگی سے بول رہا تھا۔

"رزق دینے والی اللہ کی ذات ہے بیٹا، وہ ایک در بند کرے تو سو در کھولتا ہے، چلو اٹھو تم میرے ساتھ چلو۔"

ایک سال ہونے کو آیا تھا انہیں اس کے سر پر دست شفقت دھرے لیکن اس نے آج تک انہیں ایک لفظ اپنے متعلق نہ بتایا تھا آج پہلی بار انہیں اندازہ ہوا تھا کہ وہ کتنے امیر و کبیر باپ کا بیٹا ہے لیکن انہیں اس بات سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا، انہیں تو بس اس بات کی خوشی تھی کہ خدا نے انہیں ایک بہت بڑی ذمہ داری سونپی تھی، ایک بھٹکے ہوئے مسافر کو راہ راست پر لانے کا جو بیڑہ انہوں نے اٹھایا تھا وہ تکمیل کے مراحل میں تھا اور جلد از جلد وہ اس سے سرخرو ہونا چاہتے تھے۔

"بیٹا میں بہت امیر و کبیر تو نہیں لیکن خدا کا دیا سب کچھ ہے میرے پاس، ہاں ایک شے کی کمی تھی جو کچھ عرصہ پہلے تمہاری صورت میں پوری ہو گئی۔" وہ کھانا کھا چکا تو انہوں نے بہت محبت سے اسے دیکھتے ہوئے اپنی بات کا آغاز کیا۔

"یہ آپ کی محبت ہے بابا ورنہ میں آپ کا بیٹا بننے کے قابل کہاں ہوں۔" اس کے لہجے میں عاجزی و انکساری کوٹ کوٹ کر بھری تھی، وہ مسکرا دیئے۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ میری ایک چھوٹی سی کریانہ کی دوکان ہے خدا نے جسے ہمارے لئے رزق کا ذریعہ بنا رکھا ہے، بیٹیوں کا بوجھ کندھوں پر ہے اس عمر میں ایک بیٹے کی کمی محسوس ہوتی ہے، آج اگر کوئی بیٹا ہوتا تو بازو بنتا میرا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہیں بابا آپ۔" وہ فوراً اٹھ کر ان کے قدموں میں آن بیٹھا۔

"کیا آپ مجھے اپنا بیٹا نہیں سمجھتے۔" اس نے ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھا تو وہ اس کی بے اختیاری و سعادتمندی پر مسکرا دیئے کہ ابھی چند لمحے پہلے وہ خود ہی اس بات سے انکار کر چکا تھا، انہوں نے اس کے سر پر دست شفقت پھیرا۔

"بیٹا اب بوڑھی ہڈیوں میں اتنا دم خم نہیں کہ بھاگ دوڑ کر دوکان کا مال لا سکوں اگر تم میری تھوڑی سی مدد کر دیا کرو تو تمہارا بھی روزگار لگ جائے گا اور میرا بھی کام بن جائے گا۔" وہ اپنی بات کہہ کر جواب طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگے جو اب سر جھکائے بیٹھا تھا، حالانکہ انہیں اس کی مدد کی کچھ خاص ضرورت نہ تھی، کہ وہ اپنے علاقے کے بہت محترم اور عزت دار شخص تھے، ان کا چھوٹے سے چھوٹا کام کرنا بھی لوگ اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے ان کی غیر موجودگی میں ان کی دوکان پر کام کرنے والا دوسرا لڑکا بھی خاصہ محنتی اور ایماندار ہونے کے ساتھ ساتھ ضرورت مند بھی تھا، لیکن چونکہ وہ اس سے دلی لگاؤ محسوس کرنے لگے تھے، اس لئے چاہتے تھے وہ ان کے کسی عمل کو احسان نہ سمجھے۔

"کیا بات ہے بیٹا خاموش کیوں ہو۔" اس نے دھیرے سے سر اٹھا کر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں واضح نمی تھی۔

"میں آپ کے کن کن احسانات کا بدلہ اتاروں گا، ٹھیک ہے میں آپ کا ہاتھ بٹا دیا کروں گا بابا لیکن کوئی معاوضہ ہرگز نہیں لوں گا۔"

"معاوضہ تم اپنی محنت کا لو گے جتنی محنت کرو گے اتنا ہی معاوضہ بھی ملے گا، میں حقداروں کا حق نہیں رکھا کرتا۔" انہوں نے دوٹوک سے انداز میں کہا تو وہ خاموشی سے سر جھکا گیا۔

زندگی ایک نئے ڈھب سے شروع ہو چکی

پہلا ملازم خود بخود ہی کام چھوڑ گیا تھا کہ اسے ایک اور جگہ بہتر ملازمت مل گئی تھی اس نے جب سے دوکان دیکھنی شروع کی تھی خدا نے کاروبار میں برکت ڈال دی تھی، پہلے پہلے جو سودا سلف بہت کم آمدنی ہونے کے باعث کم آیا جاتا تھا دن بدن اس کی مقدار بڑھ رہی تھی، جلدی ہی اندازہ ہوا کہ جگہ کم پڑنے لگی ہے تو ساتھ والی خالی دوکان کرائے پر حاصل کر لی اس ترقی میں اس کی محنت کے ساتھ تقویٰ و ایمانداری، عقل و ذہانت بھی شامل تھی تو وقت کی پابندی بھی ہونے کے لئے دوکان میں ہی ایک کونے میں چارپائی ڈال کر بنالی تھی، لاکھ کہنے کے باوجود وہ ان کے ساتھ رہنے پر تیار نہ ہوا تھا، جانتا تھا کہ گھر چھوٹا اور افراد زیادہ تھے، جن میں عورتیں زیادہ اور مرد صرف ایک بابا ہی تھے، ان کے لئے وہ کسی طرح بھی پریشانی کا باعث نہ بننا چاہتا تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اب وہ اتنا کمانے لگا تھا کہ ایک کرائے کا چھوٹا سا مکان لے کر رہ سکتا تھا، لیکن اب اس کا یہاں دل لگ گیا تھا، بابا نے اپنی بات کو سچ اور حقیقی ثابت کرتے ہوئے ہر ماہ منافع کی مناسبت سے اس کے ہاتھ پر اس کی محنت کا معاوضہ رکھتے تھے، جسے لیتے ہوئے وہ ہمیشہ جھجک جاتا تھا، اس ڈیڑھ سال میں ان کے کاروبار نے جتنی ترقی کی تھی وہ کبھی سوچ بھی نہ سکتے تھے، کہاں وہ چھوٹی سی دکان اور اب کہاں ایک بڑے سے جنرل سٹور کے مالک بن گئے تھے۔

"تمہارے ہاتھوں میں بہت برکت ہے بیٹا۔" انہوں نے بہت پیار سے اس کے کندھے تھپکتے ہوئے کہا تو وہ اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھنے لگا اور پھیکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ کر دم توڑ گئی کہ دل سکون تو اسے آج بھی میسر نہیں تھا۔

"ایک بات کہوں بیٹا ناراض مت ہونا۔"

"جی کہیے بابا میں آپ کی بات پر بھلا کیوں ناراض ہوں گا، آپ مجھے جو چاہے کہہ سکتے ہیں، میں آپ کو بابا کہتا ہی نہیں مانتا بھی ہوں۔"

"میرے دل پر ایک بوجھ سا ہے بیٹا اگر تم اسے بانٹ سکو تو......"

"کیسا بوجھ بابا جان مجھے بتایئے میں ضرور اسے ہلکا کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"والدین سے ان کا بیٹا چھین لینے کا بوجھ۔"

"جی۔" وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

"اولاد بہت پیاری چیز ہوتی ہے بیٹا چاہے وہ جیسی بھی ہو اور ماں باپ، ماں باپ ہی ہوتے ہیں ان کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا بیٹا، ماں باپ جتنے بھی گناہ گار کیوں نہ ہوں ان کی خدمت کرنا تمہارا فرض ہے، مجھے یہ احساس کچوکے لگاتا ہے کہ قیامت کے دن میں اس باپ کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ جس کے بیٹے پر میں نے قبضہ کر رکھا ہے، تم اتنے اچھے سعادتمند اور فرمانبردار بیٹے ہو کہ مجھے ان چند سالوں میں تم سے اتنی محبت ہو گئی کہ تم سے جدائی کا خیال ہی ڈراتا ہے تو تمہیں جنم دینے والے والدین تمہارے بن کیسے رہتے ہوں گے۔"

"وہ بہت خوش ہوں گے بابا، میں نے یہاں آنے سے پہلے بابا کو بہت منع کیا تھا حرام کمانے سے اور اپنی ہر کوشش کر کے دیکھ لی انہیں راہ راست پر لانے کی، لیکن میں ناکام رہا الٹا میرے سمجھانے پر انہوں نے مجھے گھر سے نکل جانے کا حکم دے دیا اور مجھے چیلنج کیا کہ میں ان کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوں، میں بھی اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو پاؤں گا۔"

"دیکھو بیٹا اب تم اتنے سمجھدار ہو کہ تمہیں سمجھانے کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی تمہیں بتاؤں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

www.pkdigest.com

کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ ماں باپ کا حق اولاد پر کتنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں یعنی ان کو راضی رکھا تو جنت حاصل ہوئی اور اگر ان کو ناراض رکھا تو دوزخ میں جلے گا، تو بیٹا تم بھی آنے والے رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں انہیں راضی کر کے اللہ کی ڈھیروں ڈھیر رحمتوں سے فیضیاب ہو کر اپنے جنت خرید لو دو سال ہونے کو آئے ہیں تمہیں ان سے جدا ہوئے نجانے وہ تمہارے بنا کس حال میں ہوں گے۔'' انہوں نے کہا تو وہ خود سے بہت سے عہد کرتے ہوئے ان کے سامنے سے اٹھا تھا۔

وہ آج بھی راتوں کو ڈر کر اٹھ بیٹھی تھی، آج بھی کسی کے پُرتپش لمس کا احساس اس کے وجود پر انگارے بکھیر دیتا تھا، آج بھی وہ اپنے کانوں میں اس مکروہ آواز کی گونج سن کر کانوں پر ہاتھ رکھ لیتی، تین سال ہو چکے تھے اس واقعے کو لیکن، لیکن وہ روز اول کی طرح یاد تھا، وہ راتوں کو اٹھ کر جائے نماز پر کھڑی ہو جاتی اور خدا سے اپنے ناکردہ گناہوں کی معافی مانگتی سجدے میں جاتی تو سر اٹھانا بھول جاتی کہ سجدہ شکر تو اس پر ہمیشہ کے لئے واجب ہو چکا تھا، اماں جی اسے تہجد کے لئے جگانے آتیں تو پہلے سے ہی جائے نماز پر کھڑی ہوتی یا ہاتھ اٹھائے دعاؤں میں مشغول، وہ چند لمحے کھڑی اسے دیکھتی رہتی کتنا نور ہوتا تھا اس کے چہرے پر، یا اللہ تیرا شکر ہے کیسی نیک روح کو تو نے میری کوکھ سے جنم دیا ہے، میں تیرا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھول سکتی، بس اب تو یہی دعا ہے کہ اس کی طرح اس کے نصیب بھی نیک کرنا، لیکن شاید بڑی دونوں بیٹیوں کی خوشیوں میں شرکت تو ان کے نصیب میں تھی، لیکن اس کا نصیب دیکھنا ان کا مقدر نہ ہو

سکا اور وہ معمولی سی بیماری میں مبتلا ہو کر مالک حقیقی سے جا ملیں، ایم اے اسلامیات کے بعد اس نے مدرسہ جوائن کر لیا تھا، خود عالمہ کا کورس کرنے لگی تھی اور گھر میں چھوٹی بچیوں کو قرآن پاک کا ترجمہ پڑھاتی تھی اور اسے اپنی زندگی کا مقصد مان لیا تھا، خدمت خلق تو اس کے خون میں رچی بسی تھی۔

وہ دل میں ڈھیروں خدشات اور وسوسے لئے اپنے گھر کی عالیشان عمارت کے گیٹ سے داخل ہوا، لیکن گھر کی صورت حال ملازم کے بتانے پر خدا کے انصاف پر کتنی ہی دیر دنگ کھڑا رہ گیا، وہ کشمکش میں مبتلا ہسپتال کی طرف بھاگا، اپنے حلقے میں بیوی کو مین کے نام سے مشہور اس کی ماں اس کے بیمار باپ کے سرہانے بیٹھی آنسو بہا رہی تھی، غرور و تمکنت سے اکڑی گردن والا انسان خود سے بھی بیگانہ ہوا لیٹا تھا۔

''ماما!'' اس نے تڑپ کر پکارا تو وہ جو شوہر کی ایک طرف ٹپک آنے والی رال کو صاف کرتی چونک کر پلٹیں۔

''عمران!'' کیسی ممتا کی تڑپ تھی ان کے لہجہ و انداز میں، وہ تیزی سے بھاگ کر اس کے سینے سے جا لگیں اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

''عمران کہاں چلے گئے تھے تم ہمیں تنہا چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے بیٹا!'' وہ اپنے آنسو ضبط کرتا انہیں تھپکنے لگا۔

''پاپا کو کیا ہوا ہے ماما۔'' وہ گلوگیر آواز میں بمشکل بول پایا اور انہیں ایک طرف کر کے آگے بڑھا تو وہ خود بھی تیزی سے پلٹ کر ان کی جانب بڑھیں کہ ٹپکنے والی رال کو جلدی سے صاف کر سکیں۔

''کیا ہونا تھا۔'' وہ گہری سانس لیتی پیچھے تھک کر قریب ہی رکھی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

''کاروبار میں پے در پے نقصان اور دوستوں کی دھوکہ دہی اور بے وفائی برداشت نہیں کر سکے، برین ہیمبرج اور انجائنا کے اٹیک نے ایک ساتھ ہی حملہ کیا، برے وقت میں سب نے آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں، لوگ یہ بھول گئے کہ اگر ان پر برا وقت آیا ہے تو ان پر بھی آسکتا ہے۔'' وہ خاموشی سے سنتا گیا اور انہیں سرزنش بھی نہ کر سکا۔

''خدا گواہ ہے بیٹا ہم دونوں نے ایک دوسرے سے ہمیشہ سچی محبت کی ہے، بے شک ہماری دوستیاں مردوں عورتوں کی تفریق کے بغیر تھیں، لیکن ہم نے ایک دوسرے سے بے وفائی کبھی نہیں کی، میاں بیوی کے حقوق کسی دوسرے کو نہیں دیئے، ہر جائز و ناجائز کام میں ہم نے مل کر قدم اٹھایا اور آج ان کی یہ حالت دیکھ کر میں کیا بتاؤں کیسا محسوس کرتی ہوں۔'' اور ان کی وفا کا ثبوت تو ان کی یہاں موجودگی ہی تھی کہ اگر وہ بیوفا ہوتیں تو ان کے لئے زندگی کی بہت سی راہیں ہمیشہ وا رہیں، ابھی بھی ان کے چاہنے والے تو آج بھی انہیں دیکھ کر آہیں بھرتے تھے، لیکن پھر انہوں نے اپنی اولاد کو یہ کون سی سزا دی تھی کہ اسے حرام و حلال کا فرق نہ سمجھایا تھا اور ''آج کے دور میں سب چلتا ہے کہہ کر'' نظریں چرا لیں تھیں، اس کے شکوے آج بھی اپنی جگہ موجود تھے۔

''پاپا..... پاپا۔'' اس کے بار بار پکارنے پر ان کی آنکھیں نیم وا ہوئیں، کہاں تو وہ صحت مند و تندرست توانا سرخیاں جھلکاتا چہرہ اور کہاں کمزور لاغر ہڈیوں کا ڈھانچا کیا یہ وہی تھا، درد کی شدت سے اس کا دل پھٹنے لگا، ان کی ویران آنکھیں اس کے چہرے پر جم گئیں، پوری ہمت اور قوت مجتمع کرتے ہوئے انہوں نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''نہیں نہیں پاپا، معافی مجھ سے نہیں اپنے رب سے مانگیں، وہ ضرور آپ کو معاف کر دے گا سچے دل سے معافی مانگنے والے کے لئے آخری سانس تک توبہ کے دروازے کھلے ہیں۔'' اس کے کہنے پر ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

''ماما آپ بھی وضو کر کے نماز ادا کریں اور اپنے رب کے سامنے معافی کی درخواست پیش کریں اور پاپا کی صحت کی دعا مانگیں، میں ابھی ڈاکٹر سے مل کر آتا ہوں۔''

ان کا عالیشان گھر قرضے کی مد میں نیلام ہو گیا تھا، تمام اثاثے پہلے ہی ڈوب چکے تھے جو کچھ تھوڑا بہت جوان کے پاس بچا تھا وہ بیماری کی نذر ہو چکا تھا، اس نے بہت توجہ سے ان کا علاج کروایا، وہ مکمل طور پر صحت یاب تو نہ ہوئے تھے لیکن وہیل چیئر پر بیٹھنے کے قابل ہو گئے تھے، ہوسپٹل سے ڈسچارج کروا کر وہ انہیں ایک چھوٹے سے کرائے کے مکان میں لے آیا۔

زندگی کا دھارا دھیرے دھیرے بہنے لگا، حالات نے کیسی کروٹ لی تھی کہ اب وہ روکھی سوکھی کھا کر بھی شکر ادا کرتیں تھیں، ہر وقت ایک بڑی سی چادر اوڑھے پانچ وقت کی نمازی، کوئی انہیں دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ماضی قریب میں مختلف این جی اوز کی بہت ماڈرن اور سرگرم رکن رہ چکی تھیں، اپنے حلقہ احباب میں بہت لبرل اور ینگ لیڈی کلب اور پارٹیز کی روح رواں، مگر اب وہ بالکل ایک روائتی خدمت گزار مشرقی بیوی اور محبت کرنے والی ماں بن چکی تھیں، وہ بھی اپنے فرض سے غافل نہیں ہوا تھا، ان کی خدمت کے ساتھ ساتھ وہ ان کی دینی اصلاح کرنے میں پوری دل و جان سے مصروف تھا۔

(باقی اگلے ماہ)

www.pkdigest.com

میری راہ کا روشن ستارا

ثنا ظفر

''کیا بات ہے ماما کیا سوچ رہی ہیں۔''
اس کے پوچھنے پر وہ دھیرے سے مسکرا دیں اور اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئیں۔
''آج میں حافظ صاحب کی طرف گئی تھی۔'' انہوں نے اس کے لائے ہوئے چاول ڈش میں ڈالتے ہوئے اپنی بات کا آغاز کیا۔
''کون حافظ صاحب!''
''تمہارے بابا حافظ عبدالرؤف صاحب۔''
''یوں کہیں ناں بابا کی طرف گئیں تھیں۔''
وہ بھی مسکرا دیا۔
''پھر کیسا لگا آپ کو۔''
''بہت نیک اور شریف آدمی ہیں اور ان کی بچیاں تو ماشا اللہ بہت خوبصورت نیک اور سعادتمند ہیں۔''
''ظاہر ہے بابا کی اولاد کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا، ماں جی سے میری بھی ملاقات ہی نہیں ہوئی تھی لیکن ان کی وفات کے بعد بابا سے انہیں یاد کرتے اور ان کی تعریفیں کرتے ہیں، بہت

ناولٹ

[illegible] تھی اپنی دونوں بیٹیوں کی شادی بھی انہوں نے بہت سادگی اور عین شرعی طریقے کے مطابق کی تھی۔''
''ہاں مل چکی ہوں میں ان سے بھی وہ دونوں بھی آئی ہوئیں تھیں، بہت اچھی اور ملنسار لڑکیاں ہیں۔''
''بس ایک ایک بچی رہ گئی ہے بیاہنے والی، دونوں بڑی بھی اپنی جگہ لیکن اس کی مثال نہیں۔''
وہ ایک جذب کے سے عالم میں بولیں، انہیں تعریف کے لئے الفاظ نہ ملے تو چپ ہو گئیں جیسے کسی گہری سوچ میں گم ہوں۔
''مانی۔'' سوچ کی گہرائی میں ڈوبی ہوئی پکار پر وہ دوبارہ متوجہ ہوا۔
''جی ماما۔''
''تم کہو تو میں بات کروں حافظ صاحب سے۔''

''کس سلسلے میں۔'' اس نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا۔

''تمہارے سلسلے میں۔''

''میرے سلسلے میں بابا سے بات؟ ارے ماما، بابا جان میرے ہر سلسلے کو جانتے اور پہچانتے ہیں اپنے متعلق اگر ان سے مجھے کوئی بات کرنا ہوگی تو خود کرلوں گا۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بیوقوف ایسی باتیں تو بڑے ہی طے کرتے ہیں، تم کیا اپنے منہ سے کہتے اچھے لگو گے۔'' ان کی ہنسی پر اس اچنبھے سے ان کی جانب دیکھا۔

''حافظ صاحب بہت پریشان ہیں آج کل اپنی بچی کے لئے، مجھ سے ذکر کررہے تھے اچھے رشتوں کے فقدان کا'' اور بچی ان کی تو ہیرا ہے ہیرا'' کیسا نور برستا ہے اس کے چہرے پر بالکل اپنے نام کی مانند۔'' وہ اپنے آپ میں مگن بول رہی تھیں اور وہ حیرت و بے یقینی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ حافظ صاحب سے تمہارے لئے نور کو مانگ لوں کیونکہ وہ صرف اچھے رشتے کے انتظار میں ہیں، اس سے پہلے کہ وہ اس جنت کی حور کو کسی اور کو سونپ دیں میں اسے اپنے اس چھوٹے سے گھر میں اجالا کرنے کے لئے تمہاری دلہن بنا کر لے آؤں۔'' وہ بہت دھیرے دھیرے ہونٹوں پر نرم سی مسکراہٹ سجائے چہرے پر ممتا کا عکس سمیٹے بالکل روایتی ماؤں والی فکریں پالے بہت مہربان ہستی لگ رہی تھیں۔

لیکن وہ تو دنیا و مافیہا سے بے خبر ساکت و جامد یک ٹک انہیں دیکھے گیا، اس کے چہرے پر حیرانی و استعجاب اس قدر تھا کہ اگر وہ اپنی مصروفیت سے نظر اٹھا کر اسے دیکھتیں تو خود ٹھٹک جاتیں، وہ حیران ان کی باتوں پر نہیں تھا، وہ تو حیران اس سراپے پر تھا جو چھم سے اس کے دماغ کی سکرین پر نمودار ہوا تھا، روتا اور فریاد کرتا ہوا سراپا، بلکتا اور سسکتا ہوا وجود اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کی تگ و دو میں اس سے نبرد آزما اس کے قدموں میں بیٹھ کر اس سے نکاح کی درخواست کرتا ہوا، وہ استدعا جس نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا وہ الفاظ، وہ الفاظ جو اس نے پہلے کبھی نہ سنے تھے، وہ آواز جو اس نے پہلی اور آخری بار سنی تھی لیکن اتنے برسوں بعد پہلی بار اس کے دماغ میں گونج اٹھی تھی۔

وہ تو اس واقعے کو بالکل فراموش کرچکا تھا اسے تو کبھی بھول کر بھی یہ یاد نہ آیا تھا کہ اسے راہ راست پر لانے کا محرک کون تھا کیا ہوا تھا اس کے ساتھ کہ جو وہ اندر باہر سے بالکل اچانک بدل گیا تھا، اس کے ذہن کے دریچے پر تو کبھی کوئی چہرہ کوئی عکس نمودار نہ ہوا تھا اور نہ کبھی اس کی آواز کی گونج اس کے دماغ میں ابھری تھی، وہ تو شاید کوئی خواب تھا جسے آنکھ کھلتے ہی وہ بھول گیا تھا، یاد رہا تھا تو صرف حلال اور حرام میں تفریق کو جاننے کی جستجو غلط اور صحیح راستے کو پہچاننے کی لگن اور بس، اپنے گناہوں کے بوجھ سے وہ اتنا لدا ہوا تھا کہ صرف ان کو اتار پھینکنے کی آرزو میں وہ دربدر بھٹکتا ہوا باقی ہر بات بھول گیا تھا۔

لیکن آج اچانک یہ کیا ہوا تھا، اتنے عرصے بعد وہ چہرہ اس کے ذہن کے ایوانوں میں بھٹکنے کے لیے کیوں چلا آیا تھا، اس آواز کی گونج کیوں ابھری تھی؟

''تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا حمران۔'' انہوں نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تو اس کی ویران آنکھوں میں دیکھتیں رہ گئیں، اس کے ماتھے پر ایسی شدید سردی میں پسینہ چمکنے لگا تھا، ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے بھینچی تھیں، اس کی

حالت انہیں ہولا گئی۔

''کیا ہوا حمران تم ٹھیک تو ہو۔'' وہ اسے جھنجھوڑ کر پوچھنے لگی تو وہ چونک گیا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر اپنے کمرے میں جا کر بند ہوگیا۔

یہ کیسی کیفیت نے آن گھیرا تھا اسے، وہ خود نہ سمجھ پا رہا تھا اسے اپنا دل بالکل ایک کھنڈر کی مانند محسوس ہورہا تھا، ویران اور اجاڑ، صرف ایک ہی بازگشت تھی جو اس کھنڈر کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر اس تک پہنچی اور اسے اندر تک لرزا کر رکھ دیتی تھی۔

''تم مجھ سے نکاح کرلو بے شک قانونی نہ سہی، شرعی نکاح تاکہ روز قیامت میں اپنے رب کے حضور سر اٹھا سکوں، تم اس حرام کاری کو جائز بنا کر اپنی ہوس پوری کرلو۔''

''چلی جاؤ چلی جاؤ یہاں سے پلیز، پلیز چھوڑ دو میرا پیچھا، معاف کردو مجھے۔'' وہ ایک دم چیختا ہوا سر تھام کر اٹھ بیٹھا۔

''حمران...... حمران کیا ہوا، کیا ہوا میرے بچے۔'' ماما بھاگتی ہوئی آئی تھیں اس کی چیختی آواز سن کر وہ سر جھٹک کر بے بسی سے اسے دیکھنے لگا۔

''ایسی حالت تو تمہاری ان دنوں بھی تھی، جب تم سرتاپاؤں بدل گئے تھے، چیختے چلاتے تو تم اس وقت بھی نہ تھے اس وقت تو تم اپنے آپ میں ہی گم ہوگئے تھے، اب ایسا کیا ہوگیا تمہارے ساتھ، کس سے معافی مانگ رہے تھے۔'' انہوں نے صرف اس کی چیخ میں آخری لفظ ہی سمجھ آسکے تھے، وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھے گیا، وہ نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔

''کیا بوجھ ہے تمہارے دل پر مجھ سے کہو میں تمہاری ماں ہوں، تمہارے پاپا بھی بہت پریشان ہیں تمہیں دیکھ کر وہ بول نہیں سکتے لیکن

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب	1[illegible]5/-
خمار گندم	200/-
دنیا گول ہے	225/-
آوارہ گرد کی ڈائری	200/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں	200/-
چلتے ہو تو چین کو چلیے	130/-
نگری نگری پھرا مسافر	[illegible]5/-
خط انشاء جی کے	[illegible]00/-
بستی کے اک کوچے میں	[illegible]
چاند نگر	1[illegible]5/-
دل وحشی	1[illegible]5/-
آپ سے کیا پردہ	250/-

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو	[illegible]00/-
انتخاب کلام میر	60/-

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر	160/-
طیف غزل	120/-
طیف اقبال	120/-

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور

فون نمبرز: 7321690-7310797

www.pkdigest.com

ان کی آنکھیں اور چہرہ سب بتا دیتا ہے ہمیں بھی اپنے دکھ میں شریک کر لو بیٹا۔'' وہ دھیرے دھیرے یاسیت سے بول رہی تھیں۔

''ماما میں اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا کہ میرے خدا نے میرے گناہوں کو بخش دیا ہے لیکن ماما جن انسانوں کے ساتھ ہم نے غلط کیا ہو جب تک وہ ہمیں معاف نہ کریں گے خدا ہمیں بھی معاف نہ کرے گا۔''

''ایسی باتیں مت سوچا کرو بیٹا، میری مانو تو شادی کر لو، دل خود بخود ہی بہل جائے گا۔'' انہیں آج کل ایک ہی سوچ آئی تھی، جو وقتاً فوقتاً اس کے سامنے دہرانے لگیں تھیں۔

''شادی؟''

''میں سمجھتی تھی کہ میری زندگی میں آنے والا دوسرا مرد میرا محرم ہی ہو گا جسے میں پوری ایمانداری کے ساتھ اپنے وجود کی امانت سونپ کر شانت ہو جاؤں گی کہ اس کی امانت پوری حفاظت کے ساتھ اس تک پہنچ گئی۔'' خلاؤں میں گھورتے ہوئے وہ ایک بار پھر بہت دور پہنچ گیا تھا۔

''یہ آوازیں، یہ آوازیں کبھی میرا پیچھا نہ چھوڑیں گی۔'' وہ تفی میں سر ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''میرے گناہوں کا حرام کاریوں کا بوجھ اتنا زیادہ ہے کہ خدا مجھے کبھی معاف نہ کرے گا، میرے دل کو شاید کبھی سکون نہ ملے گا مجھے کوئی خوشی نصیب نہ ہو گی، میں کبھی شادی نہیں کروں گا ماما کبھی نہیں، کبھی نہیں کروں گا شادی۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا نا صرف اپنے کمرے سے بلکہ گھر سے بھی باہر نکل گیا کہ اپنے اندر بڑھتا ہوا گھٹن کا احساس اسے کسی پل چین نہ لینے دیتا تھا اور پھر اگر وہ شادی کے نام سے گھبراتا تھا تو ماما نے بھی ایک ہی گردان شروع کر دی تھی۔

بابا کی آنکھوں کی چمکتی جوت اس ذکر سے کچھ روشن ہو جاتی تو وہ ان نگاہوں میں پلتی ان خواہشات کو دیکھ کر نظریں چرا لیتا۔

''کیسے سمجھاؤں میں آپ لوگوں کو یہ دل میرے اپنے اختیار میں نہیں، بہت بے بس ہو گیا ہوں میں اس کے سامنے۔'' وہ پیشانی پر انگلیاں پھیرتا انہیں بہت الجھا ہوا محسوس ہوا۔

''دیکھو مانی بیٹا ہماری زندگیوں کا تم ہی ایک محور ہو ہماری تمام خوشیاں تمام خواہشیں زندگی کے تمام رشتے تمہیں سے جڑے ہیں، ہمیں ہمارے حصے کی خوشیاں دے دو بیٹا، تمہاری بہنوں نے تو ہم سے تمام ناطے توڑ دیے، کبھی مڑ کر پوچھا بھی نہیں ایک امریکہ اور دوسری کینیڈا میں اپنی زندگی جی رہی ہیں، ہماری باتیں ان کی سمجھ میں نہیں آتیں اپنے سسرال والوں کے سامنے انہیں شرمندگی محسوس ہوتی ہے میں تو ان کے لئے دعا گو ہوں خدا ان کو بھی سیدھا راستہ دکھائے آمین۔ دیکھو بیٹا بہت اچھی لڑکی ہے وہ، تمہاری زندگی میں بھی اجالا بکھیر دے گی۔''

''میں کسی اچھی لڑکی کے قابل نہیں ہوں۔'' اس نے کوفت زدہ ہو کر سوچا۔

''ماما پلیز مجھے کچھ وقت دیں میں کیسے آپ کو بتاؤں کہ میں آپ کے لئے کچھ نہیں کر سکتا، پلیز ماما مجھے مجبور مت کریں۔'' وہ ان کے قدموں میں بیٹھا بے اختیار ہی ان کے سامنے ہاتھ جوڑ گیا، اس کی آنکھوں میں تیرتی نمی ان کا دل چیر گئی، پاپا نے بھی ماما کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں کچھ سمجھایا تو وہ اٹھ گئے اس انداز میں مشکور نظروں سے ان کی جانب دیکھنے لگا۔

''پاپا پلیز میرے لئے دعا کیجئے۔'' وہ دھیرے سے وہاں سے اٹھا اور اپنے کمرے میں آ کر جائے نماز پہ کھڑا ہو گیا پچھلے طویل عرصے سے وہ ہر لمحہ باوضو ہوتا تھا۔

''کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کچھ دنوں سے الجھے گئے ہو، کوئی پریشانی ہے کیا۔'' اس نے نماز کے بعد دعا مانگ کر آنسوؤں سے تر بتر چہرے پر ہاتھ پھیرا ہی تھا کہ بابا اس کے قریب ان بیٹھے تو وہ سر جھکا گیا۔

''لگتا ہے بابا ابھی میرا سفر ختم نہیں ہوا۔''

''انسان جب تک زندہ رہتا ہے سفر اور امتحان میں رہتا ہے، وہ سفر کی صعوبتیں جھیلتا تھک ہار کر کہیں دو پل آرام کے لئے بیٹھ جاتا ہے اور اگر اسے گہری اور پر سکون نیند آ جائے تو سمجھو وہ اس کے قائم کردہ امتحان میں پاس ہو گیا۔''

''پر سکون نیند ہی تو نصیب نہیں ہوتی۔'' اس نے گلوگیر لہجے میں کہا تو وہ متفکر انداز میں اس کی جانب دیکھنے لگے۔

''آج تمہاری والدہ آئیں تھیں میرے پاس۔'' وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا تو وہ کسی متوقع خوشی کے خیال مبہم سا مسکرا دیے۔

''اپنی جس خواہش کا انہوں نے میرے سامنے اظہار کیا ہے وہ میرے بھی دل کی آرزو ہے۔'' وہ دکھ اور بے یقینی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ انہیں دیکھنے لگا۔

''نہیں بیٹا، یہ مت سمجھنا کہ تمہارے ساتھ میرا رویہ شاید اسی غرض کی بنا پر اچھا رہا میں نے کبھی ایسا سوچا بھی نہ تھا، لیکن اولاد کے معاملے میں انسان تھوڑا خود غرض ہو جاتا ہے یوں تو میری بڑی دونوں بیٹیاں بھی بہت نیک اور راست باز ہیں، لیکن میری چھوٹی بچی اور میرے لئے خدا کی طرف سے کوئی بہترین تحفہ ہے شاید زمیں پر اترا ہوا کوئی فرشتہ، میں اس کا ہاتھ کسی انجانے شخص کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے ڈرتا ہوں اور اگر سچ پوچھو تو مجھے اس کے قابل تمہارے سوا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا، لیکن بہن جی نے بتایا کہ تم اس رشتے سے انکار کر رہے ہو ان کے بجھے ہوئے سے لہجے میں کہنے پر اس کی سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا کہے کیا بولے۔'' وہ متذبذب سے بولا۔

''نہیں بابا مجھے اس رشتے سے نہیں بلکہ میں شادی ہی کرنا نہیں چاہتا، آپ کے ساتھ مضبوط رشتہ داری جوڑ لینا میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں، لیکن میں اس کے لئے خود کو مجبور پاتا ہوں، بابا مجھ پر گناہوں اور حرام کاریوں کا بوجھ اس قدر زیادہ ہے کہ میں خود کو کسی بھی نیک اور شریف لڑکی کے قابل نہیں سمجھتا، میں تو اتنا بڑا حرام کار ہوں کہ اب میں شادی کی ضرورت محسوس نہیں کرتا مجھ جیسا انسان آپ کی بچی کے قابل کیسے ہو سکتا ہے۔''

''میرے خدا کا حکم ہے کہ......''

''لیکن بیٹا توبہ کے بعد انسان ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے جنم لینے والا بچہ اور تم میرے لئے ایسے ہی ہو۔'' اس سے پہلے کہ وہ قرآنی آیات کا ترجمہ ان کے سامنے دہراتا انہوں نے فوراً اسے ٹوک دیا تھا۔

''اور تم نے کہا کہ تم شادی کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، تو ہمارے پیارے اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ کا حکم ہے کہ ''نکاح کرنا میری سنت ہے'' تو کیا تم پیارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت سے انکار کر سکتے ہو۔''

''بابا آپ کی نیکی اور راست بازی کے سامنے مجھے کبھی اپنے سیاہ ماضی کو الفاظ بنا کر زبان سے ادا کرنے کی ہمت نہیں ہوئی، میرا شمار ان لوگوں میں ہے جو حقیقت میں منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوئے، میرے والدین نے مجھے جو ماحول دیا میں نے اس میں کبھی اچھائی اور برائی کو جانچنے کی ضرورت نہیں سمجھی، گناہ اور ثواب کی حقیقت کیا ہے مجھے بھی

نہیں ہوا تھا، حلال وحرام کا فرق میرے بڑوں نے بھلا رکھا تھا تو مجھے کیا سمجھاتے، میں مغربی ماحول کا پروردہ بہت چھوٹی عمر میں ام الخبائث کو پانی سمجھ کر پینا شروع کر دیا، عورت میرے لئے ایک کھلونے سے زیادہ کچھ نہیں تھی مجھے یاد نہیں میں نے پہلا زنا کب کیا، مغرب میں تو یہ ایک کھیل سے زیادہ کچھ نہیں، پاکستان آ کر کچھ کچھ اندازہ ہوا کہ لوگ اسے برا سمجھتے ہیں، لیکن جس سوسائٹی میں، میں موو کرتا تھا، وہاں ہر انسان مغرب کا دلدادہ اور ان کے نقش قدم پر چلنا اپنی عزت اور بقاء سمجھتا ہے، لہٰذا یہاں بھی عورت میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں بنی، میری یہ عادت بہت پختہ تھی کہ کسی کی استعمال شدہ چیز پر نگاہ نہیں ڈالتا تھا اور خود کسی چیز کو زیادہ دنوں تک زیر استعمال نہ رکھتا تھا چاہے وہ کوئی عورت ہی کیوں نہ ہو۔'' جھکے سر اور بند آنکھوں کے ساتھ بولتے بولتے اس کی پیشانی عرق آلود ہو چکی تھی شرمندگی و شرمساری کے تاثرات اس کے چہرے پر بہت واضح تھے۔

''بے غیرتی کو ماڈل ازم کا لبادہ اوڑھا کر چلنے والے لوگ چونکہ اس معاشرے میں چند فیصد ہی تھے سو استعمال شدہ چیزوں کو بار بار استعمال کرتے ہوئے میرا دل اوبنے لگا، تو نئی دریافت میں نکل کھڑا ہوا۔'' بے انتہا شرمندگی کے باعث اس کی زبان سے لفظ اٹک اٹک کر ادا ہو رہے تھے، بولنا دشوارترین عمل محسوس ہو رہا تھا، لیکن وہ ان سے کچھ بھی چھپانا نہیں چاہتا تھا۔

''دوپٹے چادریں برقعے، میرے لئے چیلنج بننے لگے تو میں اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے نئی دنیا میں فتح کے جھنڈے گاڑنے لگا، عزت و ناموس کے لبادے میں لپٹی ہوئیں وہ لاشیں میرے لئے کھوکھلی ثابت ہوئیں تو میرا غرور آسمانوں سے ٹکرانے لگتا۔'' وہ بہت گہری سانس لے کر خاموش ہوا، چند لمحے یونہی سرک گئے۔

''اور پھر ایک دن میری زندگی میں'' وہ چلی آئی'' اس نے جھکے سر کو ذرا سا اٹھایا اور آنکھیں کھول کر دور کسی نادیدہ نقطے پر جما دیں۔

''میں نے اسے سڑک پر سے اٹھایا تھا، سر سے پاؤں تک سیاہ لبادے میں لپٹی ہوئی، دیکھنے میں گلاب کی پنکھڑی سے بھی زیادہ نازک لیکن اندر سے چٹانوں جیسی مضبوطی لئے ہوئے اور اس سے پہلے کہ میں اپنی طاقت کے نشے میں چور اس گلاب کی پنکھڑیوں کو مسل دیتا، اس نے اچانک ہی التجا کرتے ہوئے میرے سامنے بہت انوکھی سی شرط رکھ دی، میں جو اس سے پہلے ماں بہنوں کی عزت اور خدا و رسولؐ کے واسطوں کو اس کی حماقت سمجھ رہا تھا، اس کی شرط سن کر دہل گیا، اندر باہر سے لرز اٹھا۔'' وہ ایک بار پھر بالکل خاموش ہو گیا۔

''اس نے کہا کہ اگر...... اگر میں اپنی ہوس مٹانا چاہتا ہوں تو...... تو مجھ سے نکاح کر لو، لیکن مجھے اپنے ساتھ حرام کاری میں مت گھسیٹو کہ میں روز محشر اپنے خدا کے سامنے سر نہ اٹھا سکوں، دنیا کی چند روز ذلت میں سہارلوں گی لیکن ہمیشہ رہنے والی زندگی کا عذاب مجھ سے سہا نہ جائے گا دنیا کی نظروں میں گناہ گار کہلوانا گوارہ کر لوں گی، لیکن ہمیشہ رہنے والی زندگی کا عذاب مجھ سے سہا نہ جائے گا، دنیا کی نظروں میں گنا گار کہلوانا گوارہ ہے لیکن روز قیامت میری پاکدامنی کا گواہ خود میرا خدا ہو گا اور میں سب کی نظروں میں سرخرو ہو جاؤں گی۔''

''اور میں جو اس کے ساتھ حسب معمول محض چند لمحوں کا کھیل کھیلنا چاہتا تھا، بے یقینی سے اس کی جانب دیکھنے لگا، وہ رو رہی تھی التجا کر رہی تھی کہ میں اس سے ایک تعلق جوڑ لوں قانونی نہ سہی شرعی بندھن، صرف اس وقت تک جب تک

میں اپنی ہوس پوری نہ کر لوں، پھر اسے طلاق دے دوں اور میں حیرت و بے یقینی کی زیادتی سے گنگ ہو گیا، میرے سامنے بیٹھی چھوٹی سی لڑکی حلال و حرام، اچھائی اور برائی کے فرق سے آشنا تھی اور میں...... میں کیا تھا، کیا انسان...... شاید نہیں۔''

''میں تو حلال اور حرام جیسے لفظوں سے ہی پہلی بار آشنا ہوا تھا، میرے اندر دھماکے ہو رہے تھے میرے اندر اتنی بھی سکت بھی نہ تھی کہ نگاہ اٹھا کر دیکھ بھی سکوں، میں نے اس سے جانے کے لئے کہا، لیکن وہ بے یقین سی کھڑی تھی میرے چیخ کر کہنے پر کہ وہ چلی جائے تو وہ چلی گئی، لیکن جاتے جاتے میرا سارا غرور میری انا میری مردانگی سب کچھ اپنے ساتھ لے گئی۔'' اس کے لہجے میں کسی لٹے ہوئے مسافر کی سی تھکن اتر آئی تھی۔

''کچھ بھی نہ بچا تھا میرے پاس، صرف زندہ لاش بھٹکتا، چھوڑ گیا تھا میرے پاس میں سب کچھ بھول گیا، حتیٰ کہ اسے بھی......''

''یاد رہا تو صرف دو لفظ حلال اور حرام اور میں حلال وحرام کی حقیقت جاننے کے لئے دربدر بھٹکنے لگا، میری زندگی کا ایک نیا سفر شروع ہو چکا تھا، یا پھر میں میرا ایک نیا جنم ہوا تھا کہ میں گذشتہ تمام واقعات بھول گیا تھا، میں نے نئے سفر کا آغاز کیا تو، تو خدا کا شکر ہے کہ میرا یہ سفر لاحاصل نہیں رہا، ہاں البتہ یہ سفر اب بھی جاری ہے اور تاعمر جاری رہے گا اور نجانے منزل میرا نصیب بنتی بھی ہے کہ نہیں۔''

''بابا میں وقتی طور پر اسے بالکل فراموش کر چکا تھا، لیکن...... ماما کی اس خواہش نے میرا اندر جھنجھوڑ کر رکھ دیا، اب اس کے الفاظ رہ رہ کر مجھے ستاتے ہیں، میں نے کس طرح اس کی پاکدامنی کو تار تار کرنے کی کوشش کی تھی اور جانتا نہیں تھا کہ اس کی حفاظت تو خود اس کا خدا کر رہا ہے، جو بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے والا ہے۔''

''بابا میں نے اس سے کہا کہ وہ چلی جائے لیکن وہ گئی نہیں تھی، میرے اندر کہیں چھپ کر بیٹھ گئی تھی اور آہستہ آہستہ میری روح و وجود پر اپنا تسلط جماتی گئی، مجھے اپنے خون کی گردش میں اس کے وجود کا احساس ہونے لگا ہے، میں بہت مجبور ہوں بابا، میں اب کسی دوسری لڑکی کو کچھ نہیں دے سکتا، کچھ بھی نہیں۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

''اس کا کوئی نام پتہ، کوئی ٹھکانہ معلوم ہے تمہیں۔'' کافی دیر کی خاموشی کے بعد انہوں نے گہری سوچ سے نکلتے ہوئے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''کچھ نہیں جانتا میں اس کے بارے میں کون تھی کہاں سے آئی تھی اور کہاں جا رہی تھی کچھ بھی نہیں تو نہیں جانتا میں اس کے بارے میں، میں نے تو اس کا نام بھی نہ پوچھا اس سے، کس قدر بھیڑیا تھا میں کہ مجھے صرف اپنی ہوس مٹانا تھی، نجانے کتنی شریف زادیوں کی عزت کو پامال کیا ہے میں نے مجھے تو صرف اپنی غرض تھی ان کے ساتھ کیا بیتا کیا ہوا معاشرے نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا، اس سے مجھے کوئی سروکار نہ تھا، صرف اپنی طاقت کا غرور تھا، میں بخشش کے قابل نہیں ہوں بابا، بالکل بھی نہیں، یہ میرے خدا کی تجویز کردہ سزا ہے میرے لئے۔''

''تم کیا تھے تمہارا ماضی کیسا تھا، اب تم یہ سوچنا چھوڑ دو، صرف یہ سوچو کہ تم اب کیا ہو تمہیں کیا کرنا ہے، جب تم اس کے بارے میں کچھ جانتے ہی نہیں تو پھر اسے کہاں تلاش کرو گے۔''

''تلاش اونہہ، میں کب اسے تلاش کرنے چلا ہوں بابا، مجھے اس تلاش کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے، وہ تو میرے اندر ہے، میں کوشش بھی

www.pkdigest.com

کروں تو اسے اپنے اندر سے نہیں نکال پاؤں گا۔"

"تو پھر کہیں اندر ہی اسے دفن کر دو اور اپنی زندگی ان لوگوں کو سونپ دو بیٹا جن کا تم پر حق ہے تم صرف اپنے لئے نہیں جی رہے، تم آئندہ نسل کے امین ہو، اس دھرتی کو نئی نسل اپنے باپ کو نیا وارث دینے کے امانت دار ہو، ہو سکتا ہے تمہارا بیٹا اس ملک و قوم کے لئے کوئی ایسا کارنامہ انجام دے جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے، تو بیٹا اس امانت میں خیانت مت کرو، اپنے ماں باپ کو مزید دکھوں کے حوالے مت کرو تمہاری صورت جو امید کا ٹمٹما تا دیا انہوں نے تھام رکھا ہے اسے مت بجھاؤ، بلکہ اس کی لو روشن رکھنے کی راہ ہموار کرو اور اتنے چراغ جلاؤ کہ ان چراغوں سے دنیا میں تمہارا اس ملک کا نام روشن ہو جائے۔" انہوں نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ اسکا کندھا تھپتھپایا تو وہ یک ٹک انہیں دیکھے گیا اور پھر سر جھکا گیا۔

......

وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون تھا کہاں سے آیا تھا لیکن اس کی آنکھوں سے ایک تواتر سے بہتے آنسو اس کی عاجزی و انکساری کا اظہار کر رہے تھے، لیکن وہ خود کو گنہگار کہنے پر بضد تھا، بے شک وہ گنہگار تھا لیکن اس کی آنکھ سے ٹپکنے والا ندامت کا ایک آنسو ہی اس کے تمام گناہوں کو پاک کر گیا تھا اور وہ جو برس ہا برس کے متقی اور پرہیز گار تھے، انہیں اس کے سامنے ان نیکی و ایمانداری بہت چھوٹی اپنے اعمال بہت ادنیٰ نظر آنے لگے تھے، وہ اس کی آنکھوں سے بہتے سمندر کو بہت رشک سے دیکھا کرتے، ان کا وعظ سننے والے اکثر و بیشتر لوگ خوف سے لرز اٹھتے تھے اور وہ خود بھی اشکبار ہو جاتے تھے لیکن یہ کیفیت لمحاتی ہوتی تھی، جبکہ انہوں نے اسے جب بھی دیکھا اپنے خدا کے حضور روتے اور گڑگڑا کے معافی مانگتے ہوئے دیکھا، خدا نے انہیں صرف اس کی صحیح سمت رہنمائی کے لئے منتخب کیا تھا ورنہ وہ تو پہلے ہی خدا کی قربت حاصل کر چکا تھا، وقت نے دن بہ دن ان کے دل میں اس کی محبت کو بڑھایا ہی تھا، انہوں نے ان گزشتہ چار ساڑھے چار سالوں میں اس کوئی عیب نہ دیکھا تھا، ہر لمحہ کا ساتھ تھا ان کا بڑی بیٹیوں کو بیاہنے کے بعد جب چھوٹی اور سب سے لاڈلی بیٹی کی باری آئی تو اس کے رشتے کا تذکرہ انہوں نے اپنے دوست سے کیا اور جو مشورہ انہوں نے دیا تھا وہ حیرت سے منہ کھولے انہیں دیکھتے رہ گئے۔

"ارے حافظ صاحب اس طرح کیا دیکھ رہے ہیں میرا اور باقی احباب کا تو یہی خیال تھا کہ آپ نورینہ کا رشتہ اس سے کریں گے"

"مجھے تو پہلے کبھی خیال سمجھ نہیں آیا میں تو اس قدر پریشان تھا اس کے لئے کہ اس کے معیار کا رشتہ کہاں سے ڈھونڈوں گا، یقین جانیئے حاجی صاحب مجھے تو کبھی بھول کر بھی یہ خیال نہ آیا تھا۔"

"چلیئے اب تو آ گیا نا تو بسم اللہ کیجئے۔"

"لیکن حاجی صاحب میں اپنے منہ سے کیسے کہوں گا اچھا تو نہیں لگتا ناں کہ بیٹی کے رشتے کے لئے اپنے ہی منہ سے کہوں۔"

"بھئی تم اسے شادی کر لینے کا مشورہ دو، آخر وہ تمہیں ہی اپنا سب کچھ مانتا ہے ناں تو تم بات کر لینا اس سے خود سے کہنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔"

"نہیں حاجی صاحب میرا دل نہیں مانتا۔"

"ہو تو میں بات کروں۔"

"نہیں رہنے دیں فی الحال میں پہلے شادی کے بارے میں اس کا عندیہ تو لے لوں۔"

"ویسے حافظ صاحب آپ نے کبھی پوچھا نہیں اس سے اس کے بارے میں لگتا ہے کہ کسی انتہائی نیک اور شریف ماں باپ کی اولاد ہے، کتنے قسمت والے ہیں وہ والدین جنہیں ایسا نیک اور باحیا بیٹا خدا نے عطا کیا ہے ورنہ آج کے دور میں ایسی پارسائی کہاں۔"

"ٹھیک کہتے ہیں آپ حاجی صاحب۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ گئے اور اجازت طلب کر کے چل دیئے کہ گیں، لیکن اس لمحے میں جو ادراک اس کے والدین کے متعلق انہیں ہوا تھا وہ خود کو بہت بوجھل سا محسوس کرنے لگے تھے، جو بھی تھا وہ اس کے ماں باپ تھے ان کا خیال رکھنا انہیں ہر تکلیف سے بچانا اس کا فرض تھا، دنیا میں اولاد کی جدائی سے بڑی اذیت کوئی نہ تھی اور پھر انہوں نے اسے سمجھانے کا قصد کیا تو ناکام نہ رہے تھے وہ تو ویسے بھی ان کی کوئی بات نہ ٹالتا تھا ان کی ہر بات اس کے لئے حکم کا درجہ رکھتی تھی اور اب وہ بہت مطمئن تھے کہ وہ اپنے والدین کی خدمت کر کے دونوں جہاں کی رحمتیں سمیٹ رہا تھا۔

اور ان کی کاوہ تذبذب کہ وہ خود سے کیسے اپنی بیٹی کے لئے زبان کھولیں تو خدا نے ان کی یہ عزت بھی رکھ لی تھی۔

"بابا کیا بات ہے بڑی دیر سے دیکھ رہی ہوں کہ آپ کسی بہت گہری سوچ میں مبتلا ہیں کوئی مسئلہ ہے کیا۔" ان کی لاڈلی بیٹی ان کے پاس آ کر بیٹھی تو وہ شفقت سے مسکرا کر اٹھ بیٹھے۔

"نہیں میرے بچے مجھے کیا پریشانی ہو سکتی ہے بھلا۔"

"تو پھر۔"

"اچھا یہ بتاؤ بہنوں نے کئی دنوں سے کوئی چکر نہیں لگایا۔"

"کیا ہو گیا ہے بابا آپ کو، آپا پچھلے ماہ ذکریا بھائی کے ساتھ کراچی شفٹ ہو گئی ہیں اور آپی کو ڈاکٹر نے بیڈ ریسٹ بتایا ہے، اس لئے ان کی ساس اور شوہر انہیں گھر کا دروازہ بھی پار کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔" اس نے دھیرے سے بتاتے ہوئے نظریں جھکا لیں تو انہوں نے اس کے سر پر دست شفقت دھرا اور پھر گہری سانس لے کر رہ گئے۔

"یہ نہیں اپنے گھر کی ہو گئیں تمہاری ماں ہمیں بیچ راہ میں چھوڑ کر خود ملک عدم سدھار گئیں اور رہ گئے ہم دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے کا دکھ سکھ سہنے کو، سوچتا ہوں جب تم بھی اپنے گھر کی ہو جاؤ گی تو......"

"پلیز بابا۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی بابا۔"

"پگلی ہمیں بھلا اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کی روگردانی کرنے کی کیا مجال ہے، اور پھر نکاح تو ایک مقدس فریضہ ہے میری بچی جو ہر مسلمان بالغ مرد و عورت پر واجب ہے۔"

"آخر خدا نے یہ کیسا نظام بنایا ہے بابا مرد و عورت کو ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم کیوں قرار دیا ہے۔" اس نے جھکی نظروں سے پوچھا۔

"انسانی بقاء کے لئے بیٹا۔"

"کیا یہ ضروری تھا کہ یہ سب کچھ ایسے ہی ہوتا۔" وہ محض سوچ کر رہ گئی وہ بیٹی ہونے کے ناطے ان سے اس طرح کی بحث نہ کر سکتی تھی ورنہ اس کے اندر تو ایک جنگ چھڑی رہتی تھی، اس کا جی چاہتا کہ خدا کے اس نظام کے خلاف بغاوت کر دے، کیوں آخر کیوں، دو مخالف جنس میں خدا نے ایک دوسرے کے لئے دلچسپی اور ایسی کشش رکھی ہے۔

"بیٹا ایک کام پڑ گیا ہے تم سے۔"

"جی کیسا کام بابا۔" وہ حیرت سے دیکھنے

www.pkdigest.com

لگی۔

"بس یوں سمجھو تمہارا ایک امتحان مطلوب ہے۔"

"کیسا امتحان بابا۔"

"میں تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں نور العین بیٹا، ایک ایسے گھر میں جہاں تمہیں عزت بھی ملے گی اور بہو ہونے کا مان بھی، لیکن شوہر کے دل کے خالی کھنڈر کو آباد کرنا ہی تمہارا امتحان ہے اس کے دل کے خالی کھنڈر میں ایک قبر ہوگی بے نام کتبے کے اور میں چاہتا ہوں کہ جب تم اس دنیا سے جاؤ تو اس قبر پر تمہارے نام کا کتبہ ہو۔" وہ کئی ثانیے یک ٹک انہیں دیکھے گئی اور پھر کچھ بھی نہ سمجھتے ہوئے خاموشی سے سر جھکا دیا۔

دروازے پر اجنبی دستک نے انہیں چونکا دیا عجلت بھری دستک دوبارہ ہوئی تو وہ سر پر دوپٹہ جمائے دروازے تک آئی۔

"کون؟"

"مہران گردیزی کا گھر یہی ہے جی؟"

"جی ہاں لیکن آپ کون؟" وہ حیرت سے دروازے کی اوٹ میں کھڑی پوچھ رہی تھی کہ یہاں آنے والے زیادہ تر عمران کے نام سے واقف تھے تو یہ کون تھا جو مہران گردیزی کو تلاشتا پھرتا تھا۔

"کیا وہ گھر پر ہیں؟" نہایت ادب و انکساری سے سوال کیا گیا۔

"جی ہاں، لیکن وہ آپ سے مل نہیں سکتے۔"

"بڑی مہربانی ہوگی بیگم صاحبہ آپ کی اگر آپ مجھے ان سے ملا دیں میں ان کے آبائی گاؤں سے ان کا ایک بہت پرانا ملازم ہوں ان کی ایک امانت ان تک پہنچانے آیا ہوں، میں آپ کی کوٹھی گیا تو پتہ چلا اب وہاں سے جا چکے ہیں اتفاق سے آپ کا پرانا ملازم مل گیا تو اس نے آپ کا پتہ بتایا بہت تلاش و بسیار کے بعد آپ لوگوں کا گھر ملا ہے مجھے، بہت عرصے سے ان کی امانت میرے کندھوں پر بوجھ بنی ہوئی ہے۔" وہ آبدیدہ سا گلوگیر لہجے میں بول رہا تھا تو وہ خدا کا شکر ادا کر رہی تھیں کہ عمران نے اس گھر کی نیلامی کے بعد وہاں سے نکلتے ہوئے گھر کے مالی کو اپنا پتہ بتا دیا تھا کہ کسی بھی وقت اس کی بہنیں ان سے رابطہ کر سکتیں تھیں، لیکن انہوں نے تو بھلا دیا تھا۔

"آیئے بابا جی اندر آ جائے۔" وہ بوڑھا آدمی ان کے باپ کی عمر سے بھی زیادہ کا تھا وہ اپنی ہمراہی میں انہیں کمرے میں لے آئیں۔

"مہران یہ بابا جی آپ سے ملنے آئے ہیں۔" وہ ساکت وجود لئے آنکھیں کھولے ہوئے تھے، انہوں نے گردن ہلائے بغیر نگاہیں پھیر کر دیکھا کافی دیر جانچتی نگاہوں میں شناسائی کی کوئی چمک نہ کوندی جبکہ آنے والا انہیں اس حالت میں دیکھ کر اپنا ضبط کھو بیٹھا تھا۔

"چھ...... چھ...... چھوٹے مالک۔" وہ بے اختیار لپک کر ان کے قریب آیا۔

"م...... میں آپ کا خادم بڑی حویلی کا خاندانی ملازم فضل حق مجھے پہچانیے مالک، آپ کے دادا کا بہت خاص ملازم تھا میں آپ کے دادا بہت نیک اور رحم دل انسان تھے اور آپ کے والد محترم، ان کی نیکی و پارسائی کی تو کوئی مثال ہی نہیں ملتی، آپ کی والدہ محترمہ آپ کی راہ دیکھتی اس دنیا سے چلی گئیں تو آپ کے والد عمران گردیزی آپ کی یاد کو سینے سے لگائے گوشہ نشین ہو گئے اور آخر کار آپکا انتظار کرتے کرتے اس دنیا سے چل بسے، آپ کی تمام جائیداد تو آپ کے والد کے تایا زاد بھائی سبحان گردیزی نے ان کی زندگی میں ہی ضبط کر لی تھی۔" فضل حق کی گفتگو سے ان کے چہرے پر اضطراب چھلکنے لگا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"میں نے آپ کو کہاں کہاں نہیں تلاشا چھوٹے مالک، آپ تو ایسے گئے کہ پھر لوٹ کر ہی نہ آئے۔" انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ثنائلہ بیگم کو اشارہ کیا تو وہ جلدی سے کمرے سے نکل گئیں اور تھوڑی دیر بعد ہی جگ بھر کر شربت کا لے آئیں، جبکہ بابا فضل حق کی داستان اب بھی جاری تھی۔

"خدا کی لاٹھی بے آواز ہے چھوٹے مالک وہ ناانصافی اور دوسروں کا حق مارنے والوں کو دنیا میں ہی سزا دے دیتا ہے، آپ کے چاچا سبحان گردیزی نے خوب اندھیر نگری مچائی ہوئی تھی لیکن اس کا صلہ اسے کیا ملا، شادی کی تو بیوی بدکردار ملی، بڑا بیٹا پیدائشی پاگل دوسرا بیٹا جوان ہو کر باپ کی راہ پر چلا تو ایک ایکسیڈنٹ میں ٹانگیں تڑوا بیٹھا اور سر پر چوٹ لگنے سے بینائی بھی چھین لی تیسرے بیٹے فرعونیت دکھائی تو دشمنوں کے ہاتھوں مارا گیا، اکلوتی بیٹی نے بھاگ کر شادی کر لی، یہ سب عذاب سہنے کے بعد بھی اسے بستر مرگ پر عقل آئی تو آپ کی جائیداد کے تمام کاغذات میرے حوالے کرکے اس دنیا سے چلا گیا، بہت اذیت ناک موت تھی اس کی۔" بابا نے جھرجھری لی، ثنائلہ بیگم بے اختیار رو دیں۔

"صاحب یہ امانت ہے آپ کی۔" اس نے بغل میں دبائی گٹھڑی جو کہ اب بیڈ پر پڑی تھی اسے کھول کر اس میں کپڑوں کی تہوں میں چھپی ایک ضعیف سی فائل نکالی۔

"یہ ساٹھ مربع زمین اور گاؤں والی پرانی حویلی کے تمام کاغذات ہیں چھوٹے مالک، اور چھوٹی مالکن یہ آپ کی امانت۔" اس نے ایک پوٹلی ان کے حوالے کی۔

"مرتے وقت بڑی مالکن نے یعنی آپ کی ساس صاحبہ نے میرے حوالے کی تھی کہ یہ ان کے خاندانی زیورات ہیں بہت نیک تھے دونوں میاں بیوی ہر وقت خدا سے آپ کے لئے دعا گو رہتے تھے، آپ کی نیکی اور راست بازی کے لئے دعائیں مانگتے نہ تھکتے۔"

"ہاں بابا میں جانتی ہوں اور یقیناً ہمیں ان کے دل دکھانے کی ہی سزا ہی ملی ہے، لیکن یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ ان کی دعاؤں کے طفیل ہی ہم سبحان گردیزی جیسی سزا سے بچ گئے، ہماری اولاد ان کی دعاؤں سے ہی سیدھے راستے پر چل پڑی، ورنہ ہم نے تو اپنی تباہی کا کوئی راستہ نہ چھوڑا تھا، خدا جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت۔" وہ رو دیں تھیں اور اپنے گناہوں پر نادم بھی تھی کہ انہوں نے ایک پرہیزگار والدین سے ان کا اکلوتا بیٹا چھینا تھا اور دوبارہ کبھی ملنے نہ دیا۔

"اچھا چھوٹے مالک اب مجھے اجازت دیں۔"

"ارے نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے بابا، آپ کھانا کھائے بغیر نہیں جا سکتے۔" وہ اس کے اٹھتے ہی بوکھلا گئیں۔

"بس بیٹی ایک بوجھ تھا جو اتر گیا، میرے بچے پوتے پوتیاں اور آگے سے ان کے بچے میری راہ دیکھ رہے ہوں گے اب میں چلتا ہوں۔"

"نہیں بابا ایسے نہیں میں ابھی آپ کے لئے کھانا لاتی ہوں آپ بیٹھیں۔"

"جیتی رہو بیٹی، سدا سہاگن رہو، خدا تمہارے سہاگ کو صحت عطا فرمائے۔" وہ انہیں دعائیں دیتے دوبارہ بیٹھ گئے اور وہ آمین کہتیں کھانے کا انتظام کرنے کچن میں چلی گئی اس کی آنکھوں سے آنسو اب بھی مسلسل جاری تھے، انہیں سمجھ نہ آ رہا تھا کہ وہ کس طرح اپنے رب کا شکر ادا کریں، اگر جو انہیں اس بوڑھی جان کو ان

www.pkdigest.com

کے لئے رحمت کا فرشتہ بن کر آیا تھا کہ بھوک کا خیال نہ ہوتا تو وہ فوراً سجدے میں گر جاتیں اور گڑگڑا کر خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتیں، انہیں شدت سے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ انہیں سیدھی راہ پر لانے اور پھر خدا کی ڈھیروں عنایات کے حاصل ہونے میں ان کے پاکیزہ صفت اور راست باز سیاس سسر کی دعاؤں کا ہی اثر تھا ورنہ تو انہوں نے کبھی تصور میں بھی خدا کے قریب ہونے کا نہ سوچا تھا، انہیں یاد آیا کہ جب حمران کا نیا نیا انداز زندگی بدلا تھا تو وہ کس قدر خوف زدہ تھیں کہ اب وہ سوسائٹی میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہی تھیں کہ جہاں ان کے نام کا ڈنکا بجتا تھا، اس کی وجہ سے لوگ ان کا مذاق اڑانے لگے تو وہ دونوں میاں بیوی فرسٹریشن کا شکار ہونے لگے کہ ان کا اکلوتا بیٹا کسی الٹی راہ پر چل نکلا ہے، جو انہیں ہائی سوسائٹی سے نکال کر پستی میں پہنچانا چاہتا ہے، کتنے نادان تھے وہ جو خدا کی مصلحتوں سے ناواقف تھے۔

“ماما کیسی گہری سوچ میں مبتلا ہیں آپ۔” اس نے پکارا تو وہ گہری سانس لے کر متوجہ ہوئیں۔

“سوچ رہی ہوں بیٹا کہ کسی قابل تھے ہم خدا کتنا بے نیاز ہے جس نے بیٹھے بٹھائے ہم پر اپنی رحمتوں کی برسات کر دی۔”

“ماما خدا جب نوازنے پر آتا ہے تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس نے ہم پر اپنی رحمتوں کے کون کون سے در وا کر دیئے ہیں۔”

“تمہارے بابا کے علاج کے لئے کس قدر پریشان تھی میں لیکن خدا نے تمام مسائل حل کر دیئے، ہم اب ملک سے باہر لیجا کر ان کا بہترین علاج کروا سکتے ہیں، بس اب تم جلدی سے شادی کی حامی بھرو تاکہ بہو گھر آجائے گی تو مجھے تمہاری طرف سے کوئی فکر نہ ہوگی۔”

“لیکن ماما، آپ اکیلی......”

“بس آگے کچھ مت کہنا اب میں تمہارا کوئی جواز نہیں سنوں گی تم جلدی سے کوئی اچھا سا گھر خریدو تاکہ میں حافظ صاحب سے مل کر شادی کی ڈیٹ فکس کر سکوں اور جتنی جلدی ہو سکے میں اس فرض سے سبکدوش ہو کر جانا چاہتی ہوں پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے خدا نے اگر موقع دیا ہے تو دیر کیوں کریں، رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ آیا ہی چاہتا ہے، اللہ کے فضل و کرم سے تمہارے پاپا ٹھیک ہو جائیں تو ہم وہاں سے سیدھے فریضہ حج ادا کرنے جائیں گے۔” وہ چپ چاپ انہیں دیکھتا رہا اور پھر نظریں جھکا گیا کہ اس نے اپنا معاملہ اپنے خدا کے سپرد کر دیا تھا اور خدا تو وہ ذات ہے کہ جو اپنے بندوں کو کبھی مایوس نہیں لوٹاتا تھا۔

دروازہ بہت ہلکی آہٹ کے ساتھ کھلا تھا، وہ دل میں بہت سے وسوسے اور خدشات لئے زرتار آنچل کو پیشانی تک ڈالے لرزتے دل کو سنبھالتے ہوئے مزید سمٹ کر بیٹھ گئی۔

“السلام وعلیکم!” نرم اور خوبصورت آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو سر کی جنبش سے جواب دیا، وہ بیڈ سے کچھ فاصلے پر بہت متذبذب سا کھڑا تھا، وہ بالکل سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہتا تھا وہ دیوار کے ساتھ رکھے صوفے پر جا بیٹھا۔

“آ...... آپ بابا کی بیٹی ہیں...... اور ان کی بیٹی کو کیسا ہونا چاہیے، یقیناً اس معیار پر بھی پوری اترتی ہیں، لیکن...... لیکن میں...... نجانے بابا نے آپ کو میرے متعلق کچھ بتایا ہے یا نہیں، میں کون ہوں یا کیسا تھا...... اینی وے یہ سب میں آپ کو ضرور بتاؤں گا، حالانکہ بابا کو چاہیے تھا کہ وہ آپ کو میرے متعلق سب کچھ بتا دیتے پھر آپ کو خود فیصلے کا اختیار ہوتا۔” وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

“آپ...... آپ یقیناً بہت اچھی ہیں۔” وہ اچانک ہی اس کے سامنے جا بیٹھا۔

“لیکن مجھے کچھ وقت چاہیے، ہم...... میں کوشش کروں گا کہ آپ کو وہ سب کچھ دوں جس کی آپ مستحق ہیں۔” وہ سوچ سوچ کر دھیرے دھیرے دلکش لہجے میں بولتا، اسے ماضی کے تکلیف دہ لمحوں کی یاد دلانے لگا تو اس نے اپنی سماعت کا دھوکہ سمجھتے ہوئے غیر محسوس انداز میں سر جھٹکا۔

“میری پوری کوشش ہوگی کہ آپ کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہو، فی الحال تو ابھی صرف یہ چھوٹا سا تحفہ ہے جو میں آپ کی نذر کر سکتا ہوں۔” اس نے بہت آہستگی سے اس کا مرمریں حنائی ہاتھ تھاما اور دھیرے دھیرے گولڈ کے خوبصورت کنگن اس کی کلائی میں ڈالنے لگا۔

“کیسا ہے یہ احساس۔” اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا اور دیکھتی رہ گئی وہ پوری توجہ سے نظریں جھکائے کنگن پہنانے میں مشغول تھا، وہ دکھ اور حیرت کی زیادتی سے گنگ تھی، اسے اپنی سماعت اور قوت گویائی سلب ہوتی محسوس ہو رہی تھی وہ کیا کہہ رہا تھا اسے کچھ سنائی نہ دے رہا تھا، اسے تو اس کی زبان سے نکلے غلیظ الفاظ ازبر تھے جو اس کی سماعت پر ہتھوڑے کی مانند برس رہے تھے۔

“ایک منٹ میں مٹی میں ملا دوں گا تمہاری اس نام نہاد پاکیزگی کے غرور کو، کردار کے دامن پر لگے داغ کو ساری عمر بھی دھوتی رہو گی تو مٹا نہ سکو گی، صرف ایک رات گزرنے کے بعد جن باپ بھائیوں اور عزیز رشتے داروں کی بات کرتی ہو منہ بھی نہ لگائیں گے تمہیں، تم جیسی مڈل کلاس لڑکیوں کے رشتہ دار ایسے ہی ہوتے ہیں کنزرویو، دقیانوسی، ہونہہ۔”

“میں تم لڑکیوں کو اچھی طرح جانتا ہوں یہ ناز نخرے دکھاتی ہو اور پھر خود ہی پکے ہوئے پھل کی مانند گود میں آن گرتی ہو، تم لڑکیوں کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہوتی ہے، صرف ایک مرد کی قربت اور بس۔”

“دیکھو میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا ہے کہ مجھے تمہیں چھونے میں کوئی اعتراض نہیں لیکن تم خود تاخیر کر رہی ہو، میرا مطالبہ آرام سے پورا کر دو تو میں تمہیں خود وہاں چھوڑ آؤں گا جہاں سے اٹھایا تھا۔”

“اپنے اس معصوم حسن کا خراج تو تمہیں اب دینا ہی پڑے گا، اب تم میری پیاس ہی نہیں میری ضد بھی بن گئی ہو، تمہارے اس غرور کو ریزہ ریزہ نہ کیا تو میرا نام ”حمران عالم گردیزی“ نہیں۔”

“کسی طرح وہ اس نام کو پہچان نہ پائی تھی، یہ کیا تھا کس طرح ہوا یہ سب کچھ۔” وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی اس میں اتنی سکت ہی نہ تھی کہ وہ اس کے ناپاک ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑا سکتی۔

“آپ کے ہاتھ بہت خوب......” اس نے کہتے ہوئے دھیرے سے سر اٹھایا تو باقی جملہ کہیں اندر ہی کھو گیا اور جیسے وقت تھم گیا، اس حادثے کے اول روز والی کیفیت ایک بار پھر عود کر آئی تھی۔

اسے اپنے ہاتھوں پر آگ کی سی تپش محسوس ہوئی پورے وجود میں بھی انگارے سے دہکنے لگے، اپنے گرد اونچے لمبے شعلے لپکتے نظر آنے لگے۔

“تم۔” حیرت، ناپسندیدگی نفرت و حقارت کیا کچھ نہیں تھا اس کے لہجے میں وہ جو ایک شاک کی سی کیفیت شادی مرگ کی حالت میں اسے

www.pkdigest.com

دیکھ رہا تھا چونک اٹھا، اس کا لہجہ و تاثرات دیکھ اپنے ہاتھوں میں تھاما اس کا ہاتھ دھیرے سے چھوڑا تو وہ تڑپ کر پیچھے ہٹی تھی وہ حیرت و دکھ کی بلندیوں پر کھڑی انتہائی نفرت سے اسے تک رہی تھی۔

"تم...... تم...... کیوں...... آخر کیوں کی ہے تم نے مجھ سے شادی، کیوں تم میرے پیچھے پڑ گئے ہو، کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا ایسی پارسائی کا ڈھونگ رچا کر تم نے میرے بابا کو شیشے میں اتارا کتنا بڑا دھوکا دیا ہے تم نے انہیں۔" وہ شعلہ جوالہ بنی زبان سے آگ برسا رہی تھی۔

"گندے غلیظ انسان تم کیا سمجھتے ہو راست بازی کا چولا پہن کر تمہاری اصلیت چھپ جائے گی گھٹیا انسان، نہیں ہرگز نہیں، آہ، میرے خدا میں نے ایسا کون سا گناہ کیا تھا کہ تو نے ایسا غلیظ شخص میرے مقدر میں لکھ دیا۔" وہ سر تھام کر دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی، وہ چند لمحے اسے روتا ہوا دیکھتا رہا اور پھر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

"یا میرے خدا یہ کیسی آزمائش ہے، تیرا وہ وعدہ کدھر گیا، کہ نیک مرد نیک عورتوں کے لئے اور نیک عورتیں نیک مردوں کے لئے ہیں، یا خدا میں تیری گناہ گار بندی ضرور ہوں کہ نادانستہ چھوٹی موٹی لغزش ہو جاتی ہے، لیکن حرام کا تو نہیں یا اللہ، پھر کیوں...... پھر کیوں میرے خدا، آخر کیوں تو نے ایسا انسان ہی میری قسمت میں لکھا، جسے میں ہرگز بھی اپنے قابل تو کیا کسی بھی شریف لڑکی کے قابل نہیں سمجھتی۔" اس نے تکیے پر سر پٹخا، وہ رو رو کر بے حال تھی اور اس میں اتنی سکت بھی نہ تھی کہ وہ اٹھ کر دروازے کی چٹخنی ہی چڑھا لیتی، نجانے کتنا وقت گزرا تھا اسے روتے اور خدا سے گلے شکوے کرتے اور پھر اسے پتہ بھی نہ چلا وہ کب نیند کی وادیوں میں اتر گئی، نا

کپڑے بدلے نہ منہ ہاتھ دھویا وہ جہاں پڑی تھیں وہیں سو گئی تھی اور حیرت انگیز طور پر آج بہت سالوں بعد وہ اتنی گہری نیند سوئی تھی کہ رات کے کسی بھی پہر ایک بار بھی اس کی آنکھ نہ کھلی تھی۔

دور کہیں سے اس کی سماعت سے کوئی آواز ٹکرا رہی تھی، درد میں ڈوبی ہوئی، خوش الحان آواز بہت عرصہ دراز کے بعد اس کا ذہن آہستہ آہستہ بیدار ہو رہا تھا، ورنہ تو وہ کئی سالوں سے نیند میں ڈر کر جھٹکے سے اٹھ بیٹھتی تھی اور پھر نیند کا دور دور تک کوئی شائبہ نہ ہوتا تھا، اس کا ذہن مکمل طور پر بیدار ہو چکا تھا لیکن سستی و کاہلی ہونے کے ساتھ وہ اپنے بھاری پپوٹوں کو نہ کھول پا رہی تھی اور کچھ خوبصورت آواز میں کی گئی اس تلاوت کا اثر تھا، وہ آواز کے مدوجزر میں ڈوب ابھر رہی تھی، پھر وہ آواز آنا بند ہو گئی، دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی یکدم آنکھیں کھولیں تو سر پر ٹوپی اور ٹخنوں سے اوپر پائنچے چڑھائے ہوئے جس شخص پر اس کی پہلی نظر پڑی تھی، وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی غیر ارادی طور پر حمران کی نظر اس پر ٹھہر گئیں، آنکھوں کا پھیلا کاجل اور چہرے پر میک اپ کے جابجا دھبے اسے عجیب ہولناک بنا رہے تھے، نا چاہتے ہوئے بھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی جسے اس نے رخ پھیر کر چھپایا۔

"نماز کا وقت نکلا جا رہا ہے پلیز آپ فریش ہو جائیں، ماما نماز سے فارغ ہو کر ادھر آئیں گی۔" وہ خود پر حیران ہوتی اپنا بھاری بھرکم لباس سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی، چھوٹے سے ڈریسنگ روم کے قد آدم آئینے میں وہ اپنا ہولناک چہرہ دیکھ کر خود ہی گھبرا گئی، اسے اپنا گزشتہ شب کا سراپا یاد آیا، نکاح چار گواہوں کی موجودگی میں بنا کسی ہڑبونگ کے ہوا تھا، بہت سادہ سی تقریب تھی اس کی شادی کی، لیکن اسے سجانے سنوارنے

میں اس کی بہنوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، تیار ہو کر جب اسے آئینہ دکھایا گیا تو وہ خود کو بھی پہچان نہ پائی تھی، ہمیشہ سے سادگی کا پیکر رہی تھی وہ اس نے گزشتہ چار سالوں سے ایک چوڑی بھی نہ پہنی تھی کجا کہ اب اسے ڈھیروں ڈھیر زیور میک اپ سے آراستہ کر دیا گیا تھا اور وہ اپنے اس روپ کو دیکھ کر خود ہی دم بخود رہ گئی تھی۔

"کیوں بھئی عینی دیکھا میرے ہاتھوں کا کمال۔" یہ آپی تھیں، اس نے اپنے خوبصورت نام نور العین کو ہمیشہ سے دو حصوں میں بٹا ہوا پایا تھا، اماں اور بابا اسے ہمیشہ سے اپنے آنگن کا نور کہتے تھے تو دونوں بڑی بہنیں عینی پکارتی تھیں۔

"ارے ہٹو ہماری عینی خود کیا کم ہے، لوگ تو اس کی سادگی میں اسے دیکھ کر مبہوت رہ جاتے ہیں اگر تم نے تھوڑی سی لیپا پوتی کر دی تو کون سا کمال کر دیا، اس پر سچ کر تو یہ زیورات خود بہت قیمتی ہو گئے ہیں۔" بڑی آپا نے بڑی محبت سے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"بہت بہت خوش قسمت ہے وہ شخص جو ہماری بہن کو ساتھ لیجا رہا ہے۔" ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے کو بے چین تھے، اس نے وارڈروب سے نسبتاً سادہ سوٹ نکالا اور باتھ روم میں چلی گئی، غسل کے بعد بھی اس کا دوبارہ کمرے میں جانے کو جی نہ چاہ رہا تھا، اس نے سوچا کہ ڈریسنگ روم میں ہی نماز ادا کرے لیکن نہ تو وہاں جائے نماز تھا اور نہ اتنی جگہ تھی لہٰذا اسے باہر آنا پڑا، صد شکر کہ کمرے میں کوئی نہ تھا، اس نے اطمینان سے نماز ادا کی اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے، لیکن ذہن بالکل خالی اور لبوں پر کوئی دعا نہ تھی، ایک خاموشی ایک سکوت تھا اس کے اندر، وہ کہ جو ہاتھ اٹھاتے ہی جس کی آنکھوں سے سمندر رواں ہو جاتا تھا دعائیں لبوں سے ٹوٹ کر ادا ہوا کرتیں تھیں، آج تو جیسے سب پر بند

لگ گیا تھا، کچھ سمجھ نہ آیا تو منہ ہاتھ پھیر کر اٹھ کھڑی ہوئی، وہ بالوں میں برش کر رہی تھی جب ماما دستک دے کر اندر چلی آئیں۔

"السلام وعلیکم آنٹی!" اس کے سلام میں پہل کرنے پر انہوں نے مسکرا کر جواب دیتے ہوئے اس کے کندھے پر تھپکی دی، وہ ایک روایتی ماں اور بیوی ضرور بن گئی تھیں لیکن اب بھی ان کے انداز میں ایک رکھ رکھاؤ تھا جو انہیں اس ماحول سے علیحدہ کرتا تھا وہ اسے تھام کر بیڈ تک لے آئیں اور خود بھی اس کے ساتھ ہی تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر بیٹھ گئیں۔

"بیٹا اب میں تمہاری آنٹی نہیں حمران کی طرح تمہاری بھی ماما ہوں۔" ان کی بات پر وہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا نہ سکی اور ان سے نگاہیں چرا گئی، لیکن انہوں نے اس کے سرد سے تاثرات کا کوئی نوٹس نہ لیا تھا کہ وہ تو ہونٹوں پر دلکش سی مسکراہٹ سجائے کہیں اور ہی گم تھیں۔

"میں سوچا کرتی تھی کہ میں حمران کی شادی اتنی دھوم دھام سے کروں گی کہ ایک زمانہ دیکھے گا شہر کے بڑے بڑے روساء و وزراء شرکت کریں گے میرے بیٹے کی شادی میں لیکن......" وہ سر جھٹک کر خود ہی دھیمے سے ہنس دی اور بہت محبت سے اس کی جانب دیکھا۔

"لیکن پھر مجھے تم جیسی نیک اور اچھی بیٹی کے روپ میں بہو نہ ملتی۔" وہ چند لمحے میٹھی سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے اسے دیکھتیں رہیں اور پھر اٹھ کر کمرے میں دیوار گیر الماری کی طرف بڑھ گئیں، کپڑوں کی تہوں نیچے چھپی چابیاں برآمد کر کے دوسرے پٹ کا لاک کھولا اور پر تلے رکھے جیولری بکس باہر نکال کر اس کے پاس آن بیٹھیں، چھوٹے بڑے سائز کے تین ڈبے کھول کھول کر اس کے سامنے رکھے۔

"بیٹا یہ سب تمہارے ہیں، یہ والا سیٹ

www.pkdigest.com

ہمارا خاندانی ہے، میری ساس نے مجھے پہنایا اور میں ایسی بدنصیب کہ سب کچھ ٹھکرا کر وہاں سے چلی، یہ چوڑیاں میرے سسر نے مجھے گفٹ کی تھیں اور اب تمہارے پاپا کی طرف سے تمہارے لئے یہ والا سیٹ اور میری طرف سے یہ چوڑیاں اور نیکلس سب کچھ تمہارے ہیں، میرے ساس سسر بہت نیک اور پرہیز گار تھے دونوں گاؤں میں رہنے والے سیدھے سادھے رحم دل جاگیر دار اپنے اکلوتے بیٹے کو پڑھنے کے لئے شہر بھیجا۔" وہ اس کی خالی کلائیوں میں سونے کی درجن بھر چوڑیاں پہناتے ہوئے دھیرے دھیرے بول رہی تھیں۔

"ہم دونوں کلاس فیلو تھے جلد ہی ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے میرے والدین ہماری خوشی میں خوش ہم دونوں میں محبت تھی تو ذہنی ہم آہنگی اس سے بڑھ کر تھی، میں اگر جدت پسند تھی تو مہران میں بھی آگے بڑھنے کی لگن سے انتہا تھی بلندیوں کو چھو لینا ہمارا مقصد حیات بن گیا تو ہم جائز و ناجائز کے فرق بھلا بیٹھے۔" وہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہوئیں تو ایک گہری سانس ان کے اندر سے برآمد ہوئی۔

"مہران کے بوڑھے والدین ان کا انتظار کرتے کرتے قبروں میں جا سوئے اور اب ہم اپنے کئے کی سزا جھیل رہے ہیں، بس بیٹا انسان کو سمجھنے کے لئے ایک ٹھوکر ہی کافی ہوتی ہے، لیکن اگر وقت گزر جائے تو ہاتھ کچھ نہیں آتا، لیکن خدا کا شکر ہے کہ آزمائش کی گھڑیوں میں اس نے ہمیں سمجھنے کا موقع دیا، میرے سسر صاحب نے ڈھیروں جائیداد وارثت میں چھوڑی ہے لیکن صحت سے بڑھ کر کچھ نہیں، اس لئے گاؤں والی کروڑوں کی مالیت کی حویلی بیچ دی ہے، حمران نے یقیناً تمہیں بتایا ہوگا کہ تمہارے انکل نہیں بلکہ تمہارے پاپا کے علاج کے لئے ہم ملک سے باہر جا رہے ہیں۔" ان کے آخری جملے پر اس نے حواس باختہ سے انداز میں انہیں دیکھا، اس کا دل انجانے خدشوں سے دھڑکنے لگا، وہ اپنوں سے دور اپنا وطن چھوڑ کر وہ بھی یوں اچانک جانے کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی۔

"میں تو صرف تمہارے یہاں آنے کی منتظر تھی، پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے لیکن اب مزید دیر مناسب نہیں ہے اس لئے آج دعوت ولیمہ سے فارغ ہو کر ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔" وہ اس کے تاثرات سے بے خبر بولیں جا رہی تھیں۔

"رات ڈھائی بجے کی فلائیٹ ہے ہماری، نجانے ہمیں کب تک وہاں رکنا پڑے گا، خدا ساتھ خیریت سے ہمیں واپس لائے، بہت سی اچھی امیدیں لے کر جا رہی ہوں تم بھی بہت دعا کرنا اپنے پاپا کی صحت یابی کی۔" انہوں نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"اور بیٹا حمران کا بہت خیال رکھنا، تم بہت جلد اسکی عادات اور مزاج سے واقف ہو جاؤ گی، یہ گھر اب تمہارا ہے، تم بلا شرکت غیر اس کی مالک ہو، مجھے تم سے بہت ہی اچھی امیدیں وابستہ ہیں، میرے بیٹے کی شخصیت بکھر کر رہ گئی ہے، بہت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے آج کل وہ پلیز اسے سمیٹ لینا۔" وہ ان کی باقی باتوں سے قطع نظر اس بات کے کنفرم ہوتے ہی کہ وہ ان کے ساتھ نہیں جا رہی مطمئن سی ہو گئی، وہ ابھی تک ایک لفظ بھی منہ سے نہ بولی تھی۔

"بالکل نئی نویلی دلہن کو ایک دم سے تمام ذمہ داری سونپ کر جانا مناسب تو نہیں لگتا لیکن کیا کروں مجبوری ہے، مجھے امید ہے تم اس سے کمپرومائز کر لو گی۔" انہوں نے اس کے ہاتھ تھپکے تو اس نے زبردستی کی مدھم مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیا، اسی دم باہر ڈور بیل کی آواز پر وہ متوجہ ہوئیں۔

"میرا خیال ہے تمہارے گھر سے مہمان آ گئے ہیں انہوں نے ابھی تھوڑی دیر قبل فون پر اطلاع دی تھی۔" چند ہی لمحوں بعد دو برقعہ پوش خواتین دروازے پر نمودار ہوئیں جنہوں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی چہرے سے نقاب سرکا دیے تھے، وہ بے اختیار آگے بڑھی اور آپا کے گلے جا لگی، ڈھیروں آنسو تھے جو ایک دم ہی نکلنے کو بے تاب ہو گئے جنہیں کوشش کے باوجود وہ روک نہ پائی تھی۔

"ارے ارے کیا ہوا؟" آپی نے اسے خود سے لپٹا لیا، لیکن وہ فوراً ہی سنبھل گئی۔

"بابا کیسے ہیں آپا۔" وہ آنکھیں پونچھنے لگی۔

"چل کر خود ہی دیکھ لینا ہم تمہیں ہی تو لینے آئے ہیں، کیوں آنٹی اجازت ہے ناں۔"

"ارے بیٹا کیا یونہی کھڑے کھڑے چل دو گی بیٹھو ابھی تو ناشتہ بھی نہیں کیا کسی نے۔"

"ناشتہ ہم اپنا ساتھ لائے ہیں آنٹی ہم نے سوچا آپ اکیلی جان کیا کچھ کریں گی۔"

"اس کا مطلب ہے ازانوں سے پہلے ہی جاگ گئی ہو گی تم لوگ تو۔" وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

"یہ تو عادت ہے ہماری آنٹی۔" آپا بھی مسکرائیں۔

"اچھا تم لوگ بیٹھو میں ناشتہ لگاتی ہوں۔"

"چلیں آنٹی میں آپ کی مدد کرواتی ہوں۔"

"لو بھئی سنبھالو اپنے شہزادے کو۔" چھوٹی آپا نے اپنا شیر خوار اس کی گود میں ڈالا تو وہ اسے سنبھال کر بیٹھ گئی۔

"کس کے ساتھ آئیں آپا۔" اس نے سوئے ہوئے بھانجے حسنی احمد کو سائیڈ پر لٹاتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"بھئی تمہارے دونوں بہنوئی آئے ہمارے ساتھ ادھر مردانے میں ہیں، ہمارے بہنوئی کے ساتھ۔" انہوں نے پیار سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ لب کاٹ کر نظریں جھکا گئی۔

"ماشاءاللہ خوب ٹوٹ کر نکھار آیا ہے تم پہ بالکل سادگی میں بھی نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی ہو۔" وہ اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔

وہ گھر آئی تو بابا نے دست شفقت سر پر رکھا تو بے اختیار ہی نمی آنکھوں میں جھلک آئی بابا کی زیرک نگاہوں سے اس کی افسردگی چھپی نہ رہ سکی باقی دونوں بیٹیاں تو آتے ہی اپنے بچوں کے کاموں میں لگ گئیں تھیں جبکہ وہ اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے طویل سانس لے کر رہ گئے۔

"میری بچی خدا اپنے پسندیدہ لوگوں کو ہی آزمائش کے لئے چنتا ہے اگر اس آزمائش کے لئے خدا نے تمہیں چنا ہے تو تمہیں خدا کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ تم اس ذات کبریا کی پسندیدہ ترین ہستی ہو، حمران بلاشبہ ایک بہت اچھا انسان ہے یقیناً وہ تمہارے حقوق سے دست برداری نہیں کرے گا، لیکن اس کے دل پر حکومت کرنے کے لئے تمہیں تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔" وہ ان کی باتوں کو سمجھ نہیں پا رہی تھی، بابا کیا جانتے تھے اس کے بارے میں، یہ تو وہ بھی جانتی تھی کہ وہ اس کے لئے سر سے پاؤں تک آزمائش تھا اور وہ تو اس سے کوئی حقوق ہی لینا نہیں چاہتی تھی اور اس کے دل پر حکومت کرنا تو وہ مر کر بھی نہ کرنا چاہتی تھی، نجانے اس نے بابا کو کون سی فرضی کہانیاں سنائیں تھیں جس سے وہ اتنے متاثر ہو گئے تھے کہ اپنی سب سے لاڈلی بیٹی اس بدکردار انسان کے حوالے کر دی تھی، جسے اب تاحیات اس جہنم میں سلگنا تھا اور زبان سے اف تک نہیں کہنا تھا۔

"چلو جاؤ کچھ دیر آرام کر لو پھر شام کو دعوت

www.pkdigest.com

ولیمہ میں شرکت بھی جانا ہے۔" وہ غیر محسوس انداز میں آنکھوں کی نمی صاف کرتی وہاں سے اٹھی تو ان کی پُرسوچ نگاہوں نے دروازے تک اس کا تعاقب کیا تھا، لیکن شام وہ حمران کو دیکھ کر چونکے بنا نہ رہ سکے۔

وہ کہ جس کے ہونٹ مسکراہٹ کے نام سے بالکل نا آشنا تھے اور آنکھوں میں اور ویرانی ہر دم ڈیرا جمائے رکھتی تھی کی خوبصورت نقوش میں ہمیشہ ایک اداسی چھلکتی تھی، تو آج سب کچھ بالکل غیر متوقع و برعکس تھا، اس کے ہونٹوں کی دل آویز تراش میں گہری و خوبصورت مسکراہٹ رقصاں تھی، آنکھوں کی چمک چاندنی کو بھی مات دے رہی تھی، اس کے نقوش میں ایک اطمینان اور آسودگی چھلکتی دکھائی دے رہی تھی، اتنے سالوں کی رفاقت میں پہلی بار اس کے چہرے کو اتنا روشن دیکھا تھا، وہ اس معمے کو حل نہ کر پا رہے تھے، وہ اپنی سوچوں میں گم تھے کہ اس کے لگائے گئے خوبصورت سے قہقہے پر چونک اٹھے، اسی لمحے اس کی نظر بھی اس پر پڑی تو وہ ان کے قریب چلا آیا۔

"کیا سوچ رہے ہیں بابا آپ۔"

"سوچ رہا ہوں لگتا ہے آج تمہارے ہاتھ ہفت اقلیم کی دولت لگی ہے۔"

"آپ کا بیٹا بنا میرے لئے سارے جہان کی دولت سے زیادہ قیمتی ہے بابا۔"

"تو تم مطمئن ہو۔" وہ محسوس کرنے کے باوجود پوچھے بنا نہ رہ سکے۔

"جی ہاں بابا میں مطمئن بھی ہوں اور بہت خوش بھی اور آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ خدا نے مجھ گناہگار کی خطائیں معاف کر کے اپنے انعامات کی بارش مجھ پر کر دی ہے، وہ انہیں یقین دلا رہا تھا، لیکن اس بات پر بھی شرمندہ تھا کہ وہ انہیں اصل حقیقت سے آگاہ کر سکتا تھا کہ ایسا کر کے وہ ان کی نظر کی بلندیوں سے پستیوں میں گرنا نہیں چاہتا تھا۔"

"تو پھر...... اس کی آنکھوں میں تمہاری رفاقت کے جگنو کیوں نہیں چمکے اس کے چہرے پر ایسی شگفتگی کیوں تھی کہ جیسے وہ اپنی زندگی کی سب سے قیمتی متاع کھو بیٹھی ہو۔" وہ گہری سوچ میں غرق زیر لب بڑبڑائے تھے اور ان کی یہ بڑبڑاہٹ اس تک بخوبی پہنچی تھی، اس نے شرمندگی سے سر جھکاتے ہوئے خود سے بہت سے عہد کیے تھے۔

ولیمے کی دعوت نمٹاتے ہی روانگی کی تیاری شروع ہو گئی تھی رات ڈھائی بجے کی فلائیٹ تھی ان کی نور العین کی بہنوں نے عائشہ بیگم کے ساتھ مل کر ہر کام اور تمام پھیلاوہ سمیٹا تھا تمام مرد حضرات بھی اس کے دونوں بہنوئی بابا اور خود حمران، بمع نور العین باقی خواتین اور بچوں کو بابا کے گھر چھوڑ کر ایئر پورٹ سدھارے تھے۔

"ماما پلیز وہاں پہنچتے ہی کال کر دیجئے گا، میں نے اپیا کو فون کر دیا تھا وہ آپ کو ایئر پورٹ سے ریسیو کر لیں گی۔"

"او کے مائی چائلڈ تم تو اس طرح پریشان ہو جیسے ہم پہلی بار انگلینڈ جا رہے ہیں، تمہاری اپیا اگر نہ بھی آئیں تو میں انگلینڈ کے چپے چپے سے واقف ہوں نو پرابلم، تم پریشان مت ہو۔" انہوں نے رسان سے سمجھایا۔

"تو ماما ایکچوئیلی پاپا کی کنڈیشن ایسی ہے کہ......"

"ڈونٹ وری بیٹا آپ کی ماما ابھی اتنی کمزور نہیں ہوئیں۔" انہوں نے بڑی سی چادر اپنے گرد اچھی طرح لپیٹتے ہوئے کہا۔

"او کے ماما اللہ حافظ پلیز ہر روز پاپا کی کنڈیشن کے بارے میں بتاتی رہیے گا۔" وہ آبدیدہ سا ان کے گلے لگا، وہیل چیئر پر بیٹھے پاپا کو جھک کر بوسہ دیا۔

"تم بھی میری بہو کا بہت خیال رکھنا، زمینوں پر چکر لگاتے رہنا اور اسے بھی کہیں گھمانے لے جانا، پریشان نہیں کرنا اسے او کے۔"

"او کے ماما!" وہ دھیما سا مسکرا دیا تو باقی لوگ بھی مسکرا دیے، وہ پاپا کا ہاتھ تھامے ہوئے انہیں مختلف نصیحتیں کرنے لگا، ان کے اندر کی طرف بڑھ جانے اور نظروں سے اوجھل ہو جانے کے باوجود کتنی ہی دیر اس کا ہاتھ فضا میں معلق رہا تھا، اپنے کندھے پر مشفق سا دباؤ کر کے وہ چونکا تھا، بابا نے تسلی آمیز نگاہوں سے دیکھا۔

"آؤ ادھر بیٹھتے ہیں۔"

پھر جب تک ان کے جہاز نے زمین نہ چھوڑی وہ ماما سے مسلسل رابطے میں رہا، ان کی واپسی صبح فجر کے وقت ہوئی تھی، نماز کے بعد ہاتھ اٹھائے تو بے اختیار دعائیں مچل مچل کر اس کے ہونٹوں سے ادا ہونے لگیں۔

یا خدا تو رحیم ہے کریم ہے تیرے عاجز بندے ہیں، تو جس سے چاہتا ہے، چھین لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، نوازتا ہے، یا اللہ تو میری فریاد سن بے شک کہ تو ہی سننے والا ہے، یا اللہ میرے والدین مجھ سے میرے اسے پیارے وطن سے جس مقصد کے لئے جدا ہوئے ہیں تو اس میں انہیں کامیابی عطا فرما، میرے باپ کو صحت کاملہ عطا فرما یا اللہ، وہ اپنی مرضی سے حرکت بھی نہیں کر سکتے تو انہیں اپنے قدموں پر لوٹ کر آنے کی توفیق دے میرے یارب کہ بے شک تیرے اختیار میں سب کچھ ہے۔" نجانے کتنی دیر وہ اپنے رب کے حضور حاضر رہا تھا اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگتا رہا، جب اس نے سجدے گرا سر اٹھایا تو اس کے اندر ڈھیروں سکون واطمینان تھا، اپنی دعاؤں سے پورا ہونے کا تعین کرتا وہ اٹھا تھا۔

کوئی خوبصورت و پُراثر آواز تھی جو کہ بار بار اس کے شعور پر دستک دیتی پلٹ جاتی، بہت دور کہیں بہت گہرائیوں سے آتی وہ آواز اسے شعور کی دنیا میں کھینچ رہی تھی، اس نے کروٹ بدلی لیکن ذہن کے دریچوں میں ڈوبتی ابھرتی وہ آواز آخر کار اسے ہوش کی دنیا میں کھینچ لائی، اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں اور اپنے آنکھ کھلنے کا سبب سوچنے لگی شاید وہ ابھی تک پوری طرح بیدار نہ ہوئی، پھر آگہی کے در وا ہوتے ہی وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی، کلاک پر نظر پڑی تو چونک گئی، فجر کی نماز میں کم وقت باقی تھا، وہ ایک بار پھر خود پر حیران ہوئی وہ تیزی سے واش روم کی جانب بڑھی، پورے خضوع وخشوع سے نماز ادا کر کے دعا کے لئے ہاتھ بلند کیے تو تلاوت کلام پاک کی گھر میں گونجتی دل موہ لینے والی آواز اسے ایک بار پھر اپنے حصار میں لے لیا، اسے یاد آیا کہ اسی آواز کی تاثیر تھی جو اسے حواسوں کی دنیا میں لوٹی تھی۔

"لیکن کون، شاید کوئی ریکارڈنگ۔" دعا کے لئے بلند کیے ہاتھ یونہی پھیلے تھے، لیکن تمام دعائیں ہونٹوں پر آنے سے پہلے ہی دم توڑ جاتیں اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اپنے خدا سے کیا مانگے، چاہنے کے باوجود ایک بھی آنسو اس کی آنکھ سے نہ نکلا تھا، وہ کہ جس کے پچھلے چار سالوں سے ہر لمحہ آنسو اپنے خدا کے حضور بہنے کو تیار رہتے تھے اب یہ کیسا سکون واطمینان تھا جو اس کے اندر سرائیت کر رہا تھا، برسوں سے اس کے اندر بھڑکتی آگ پر جیسے کسی نے پانی ڈال کر بجھا دیا تھا، وہ جو برسوں سے نیند کی پیاسی تھی ان دو راتوں میں بنا کسی ڈر اور خوف کتنے سکون سے گہری نیند سوئی تھی، حالانکہ وہ راتوں کو جاگ کر اپنی قسمت پر رونا اور خدا سے شکوے گلے کرنے کو

اپنا حق سمجھتی تھی، لیکن اس کے دماغ کے ساتھ ساتھ دل بھی ایسا مطمئن تھا جیسے صدیوں کی مسافت طے کرنے والے مسافر کو اچانک کوئی سایہ دار شجر نظر آ گیا ہو اور وہ اپنی تھکن اتارنے کے لئے اطمینان سے سو جائے، وہ اپنی کیفیت پر پریشان ہوتی منہ پر ہاتھ پھیر کر جائے نماز پہ بیٹھی، اٹھ کھڑی ہوئی، دروازے کی چٹخنی گراتی دھیرے سے باہر نکل آئی، چھوٹے سے گھر میں گونجتی مسحور کن آواز اسے اپنی جانب کھینچ رہی تھی، وہ اس کے تعاقب میں آگے بڑھی، سورۂ رحمٰن کی تلاوت نے ایک سماں باندھ رکھا تھا، آواز پاپا کے کمرے سے آ رہی تھی، دروازہ کھلا تھا، اس نے ذرا سا پردہ ہٹا کر دیکھا لیکن وہاں کوئی نہ تھا، وہ بنا آہٹ کئے کمرے میں چلی آئی لیکن دو ہی قدم پر اپنی جگہ جم گئی کمرے کے ایک کونے میں جائے نماز بچھائے رحل پر قرآن رکھے سر پر سفید ٹوپی بند آنکھوں سے ٹپکتی آنسوؤں کی لڑی اور دل میں کھب جانے والی پرتاثیر آواز۔

''فبای الاء ربکما تکذبٰن، تم میری کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔'' بار بار اس جملے کی تکرار اور شدت سے بہتے آنسو اور آنسوؤں سے تر بتر اس کا چہرہ وہ اپنی جگہ ساکت تھی، یہ منظر بہت انہونا تھا جسے اس کا ذہن تسلیم کرنے سے قاصر تھا۔

اسے متاثر کرنے کا یہ کون سا ڈھونگ رچایا تھا اس نے، وہ یک ٹک اسے دیکھتی گئی یہاں تک کہ تلاوت ختم ہو گئی، اس نے چہرے پر ہاتھ پھیر کر قرآن پاک جزدان میں لپیٹا اور اوپر الماری میں رکھ کر پلٹا تو نظر سیدھی اس پر پڑی، سفید دوپٹہ نماز کے انداز میں چہرے کے گرد لپیٹے کسی موتی مجسمے کی صورت ان کے سامنے ایستادہ تھی، اس کے چہرے سے پھوٹتا انجانا سا تاثر وہ بے اختیار دھیرے سے چلتا اس کے قریب آن رکا۔

''جاگ گئیں آپ۔'' اس کے لہجے میں نرمی و حلاوت تھی، وہ ایک دم چونکی تھی اور اسے قریب کھڑا پا کر بالکل غیر ارادی طور پر اس سے چند قدم دور ہٹ گئی۔

''کتنے چہرے ہیں تمہارے انسانوں کو تو دھوکا دیتے ہی ہو تم لیکن خدا سے بھی منافقت کرتے ہو شرم نہیں آتی تمہیں۔'' وہ غصے سے پھنکاری تھی، ذلت و شرمندگی سے حمران کا چہرہ ایک دم سرخ ہوا تھا، وہ چاہنے کے باوجود خود پر کنٹرول نہ کر سکا اور اس کے قریب سے ہوتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

''ہونہہ...... یہ سارے ڈرامے اس کے سامنے کرو جو تمہیں جانتا نہ ہو، میں تو تمہارا مکروہ چہرہ بہت پہلے دیکھ چکی ہوں۔'' وہ غصے سے مٹھیاں بھینچتی زیر لب بڑبڑائی تھی۔

''یا خدا میرے کن گناہوں کی سزا ہے یہ شخص۔'' وہ سر پکڑ کر ادھر ہی بیڈ پہ بیٹھ گئی، جھنجلاہٹ حد سے بڑھی تو جھٹکے سے اٹھ کھڑی اپنے بیڈ روم میں آئی تو واش روم کے بند دروازے سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی، وہ تیزی سے واپس ہوئی تھی، برآمدے کا دروازہ کھول کر صحن میں آئی تو تھوڑے ہی فاصلے پر بنے سرسبز و شاداب لان میں بنی کیاریوں میں لگے ڈھیروں پھولوں نے مسکرا کر اسے خوش آمدید کہا، وہ دھیرے دھیرے چلتی لان میں اتر آئی، موتیا کے جھنڈ میں لگی سفید کلیوں کی ننھی ننھی پنکھڑیوں کو چھوا تو ہوا سے لہراتی شاخیں سرخوشی سے جھوم اٹھی، اس نے ڈھیروں کلیوں کو اپنے دامن میں چن لیا، چار پانچ گلاب بھی توڑے اور واپسی کے لئے پلٹی، بنا آہٹ کے لاؤنج میں آئی تھی لیکن وہ نکھرا ستھرا صوفے پر براجمان تھا وہ ٹھٹک کر رک گئی لیکن پھر اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتی

کارنس پر رکھی فلاور باسکٹ میں اپنے آنچل میں چنی کلیاں ڈالنے لگی اور بہت احتیاط سے سرخ گلاب بھی ان کلیوں پر سجانے لگی، پھولوں کی مہک اور اس کا کانچ سا وجود اسے بے اختیار وہاں تک کھینچ لایا تھا، وہ دم سادھے وہیں کھڑی رہ گئی۔

''میں جانتا ہوں نور کہ آپ ان کلیوں کی طرح ہی بہت پاکیزہ اور نازک ہیں لیکن گناہوں سے لتھڑا شخص اگر توبہ کے سمندر میں نہا کر نکلے تو وہ بالکل ایک نئی پیدا ہونے والی زندگی کی مانند ہو جاتا ہے، میرے گھر میں میری بیوی کی حیثیت سے آپ کی موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا کے ہاں میری توبہ قبول ہو چکی ہے۔'' اس نے اسے شانوں سے تھام کر اپنی جانب اس کا رخ موڑا تو وہ کرنٹ کھا کر پلٹی تھی۔

''مت چھوؤ مجھے اپنے ان غلیظ اور ناپاک ہاتھوں سے، تمہارے اس شیطانی دماغ میں جیسے جیسے شیطانی پلان ترتیب دیئے جاتے ہیں میں اچھی طرح جانتی ہوں، جھوٹے مکار انسان......''

''پلیز اس سے آگے کچھ مت کہنا نور کہ تم حقیقت سے بے خبر ہو، دلوں کے حال جاننے والا تو صرف ایک خدا ہے، مجھے جھوٹا کہہ کر خدائی کا دعویٰ کرنے کا ثبوت مت دو۔''

''لاحول ولاقوۃ ایسی کفر کی باتیں تم جیسے انسان کے منہ سے ہی سنی جا سکتی ہیں۔'' اس نے حقارت سے کہا تو بے اختیار ہی حمران کے ہونٹوں سے انا للہ وانا الیہ راجعون ادا ہوا اور پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا وہ چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی، وہ نجانے کتنی دیر اسی طرح بیٹھی روتی رہتی کہ وہ ایک بار پھر ہاتھوں میں ٹرے تھامے چلا آیا۔

''دن ناشتہ کر لو رات بھی تم نے کچھ نہیں کھایا تھا۔'' اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

''تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''کیوں نہیں ہے بیوی ہو تم میری۔'' اس کے دلکش ہونٹوں پر دل آویز سی مسکراہٹ آن ٹھہری۔

''نہیں ہوں میں تمہاری کچھ بھی سمجھے تم۔'' اس کے آگ بگولہ ہونے پر اس نے خوبصورت سا قہقہہ لگایا۔

''تمہیں یاد ہے تم نے پہلی ملاقات میں مجھ سے نکاح کی درخواست کی تھی، محض وقتی نکاح کی درخواست۔''

''ہاں کس طرح بھول سکتی ہوں میں اس جہنم کو چار سال اس جہنم کی آگ میں جلی ہوں۔'' وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی تھی، اس کے چلانے پر وہ اس کے قریب چلا آیا۔

''تو پھر...... اب تو تم نا صرف شرعی بلکہ قانونی و معاشرتی طور پر بھی میرے نکاح میں ہو تمہارے بابا نے اپنے ہاتھوں سے بہت مان کے ساتھ تمہیں میرے ساتھ رخصت کیا ہے، میں تمہیں سب کے سامنے اپنی عزت بنا کر لایا ہوں تمہارے تمام جملہ حقوق اپنے نام کروا چکا ہوں چار گواہوں کی موجودگی میں، تو پھر اب کیوں میری ہونے سے انکاری ہو، اب تو میں تمہارے لئے نامحرم نہیں ہوں تو پھر اب کیوں چھونے نہیں دیتی ہو مجھے خود کو۔'' وہ جیسے خود کو اس کے سامنے بے اختیار سا پاتا تھا، بے خودی سے اسے دیکھتا خود بخود لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے ہونٹوں سے ادا ہو رہے تھے۔

''یہی خواہش تھی ناں تمہاری کہ تمہاری زندگی میں آنے والا پہلا مرد تمہارا محرم ہو، جیسے تم پوری ایمانداری کے ساتھ اپنے وجود کی امانت سونپ کر شانت ہو جاؤ کہ اب

www.pkdigest.com

بحفاظت اس تک پہنچ گئی۔'' اسے تو ایک ایک حرف یاد تھا۔

''میرے علاوہ کوئی دوسرا مرد تمہاری زندگی میں نہیں آیا، میرے علاوہ کسی نامحرم نے تمہیں نہیں دیکھا اور اب میں بالکل جائز، قانونی و شرعی طور پر تمہارا شوہر ہوں جس کے لئے تم نے اپنے وجود کی امانت کو سنبھال رکھا تھا تو اب اس امانت کو امانت دار کے حوالے کرنے میں کیوں متامل ہو۔'' وہ اس کے بالکل قریب کھڑا اس کے چہرے پر نظریں جمائے بہت گمبھیر لہجے میں دھیرے دھیرے بول لیا تھا، کب سنی تھی اس نے ایسی باتیں، اس وقت تو وہ اپنی عزت بچانے کے لئے نجانے کیا کچھ بول گئی تھی اور اسے احساس بھی نہ ہوا تھا کہ وہ کیا کچھ بول گئی ہے، فکر تھی تو اپنی عزت بچانے کی، دوسرا کوئی خیال نہیں تھا اس کے ذہن میں لیکن اب اس کی باتوں نے اس کے چہرے پر حیا کی سرخی دوڑا دی تھی، حالانکہ اس نے اس کے الفاظ ہی اسے واپس لوٹائے تھے یکدم ہی وہ رخ پھیر گئی، تو جیسے وہ اپنے حواسوں میں لوٹا تھا، تیزی سے پیچھے ہٹا ایک لمحہ کو رکا۔

''ناشتہ کر لیجئے گا پلیز۔'' کہتا تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے ہی نہیں گھر سے بھی باہر نکل گیا، وہ اپنی منتشر دھڑکنوں کو سنبھالتی ایک بار پھر بیڈ پر بیٹھ گئی، چہرے پر آئے پسینے کو صاف کیا۔

''یا خدا کیا ہے یہ سب بے شک میں نے سب کچھ ایسا ہی چاہا تھا، لیکن تو نے ایسے شخص کو ہی میری قسمت میں کیوں لکھا، یا اللہ اگر میں غلط ہوں تو مجھے راہ ہدایت عطا فرما کہ میں تیری مرضی کے خلاف جانا نہیں چاہتی، میرے پروردگار تو بہتر جاننے والا ہے۔''

......

وہ ظہر کی نماز ادا کر چکی تھی جب وہ دوبارہ گھر میں داخل ہوا، وہ شاید سیدھا مسجد سے آ رہا تھا سر پر ٹوپی اور ٹخنوں سے اونچی شلوار، اس کا پچھلے چند دنوں سے دکھائی دینے والا یہ رویہ اس کے لئے ناقابل فہم تھا وہ برآمدے میں بیٹھی تھی وہ اسے سلام کر کے سیدھا اندر گیا لاؤنج سے گزرتے ہوئے اس نے لب بھینچ لئے تھے، ٹرے میں ناشتہ جوں کا توں رکھا تھا، اس آزمائشی دور سے گزرتے ہوئے اس کا خیال تھا کہ اس کے اندر سے غصے کا مادہ ختم ہو چکا ہے، لیکن اب ایکدم ہی غصہ عود کر آیا تھا، جسے اس نے مٹھیاں بھینچ کر بمشکل کنٹرول کیا ٹرے اٹھائی اور جا کر کچن کی شیلف پر پٹخ دی، دھپ دھپ کرتا بیڈ روم میں گیا اور دھاڑ سے دروازہ بند کر دیا، اس دھاڑ پر اس نے بے اختیار ہی دل تھاما تھا، وہ سارا دن یونہی بھوکی پیاسی بیٹھی رہی تھی، یہ نہیں تھا کہ اس نے احتجاجاً کھانا نہیں کھایا تھا بلکہ اسے بھوک ہی نہ لگی تھی، کوئی چیز حلق سے اتارنے کو تو کیا منہ میں رکھنے کو بھی دل نہ چاہا تھا، عصر کی اذان ہوتے ہی اس نے وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑی ہو گئی، نماز سے فارغ ہوئی تو کمرے کا دروازہ کھلا پایا لیکن کمرہ خالی تھا نجانے کس وقت اٹھ کر نکل گیا تھا، تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس کی واپسی ہوئی تھی اور پھر کمرے میں بند ہو گیا، مغرب تک دروازہ بند رہا تھا، نماز کے بعد وہ سیدھا کچن میں گیا تو کچن بالکل اس طرح ہی تھا جس طرح وہ چھوڑ کر گیا تھا، وہ کمان سے نکلے تیر کی مانند سیدھا اس کے سر پر جا پہنچا، موم سے بنے اس کے نازک وجود کو بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کیا، کچھ غصے اور کچھ نیند کے بوجھل پن سے سرخ آنکھیں اس پر گاڑھ دیں۔

''بھوکا رہ کر کیا ثابت کرنا چاہتی ہو تم۔''

اس کی آواز مدھم لیکن لہجہ سرد تھا۔

''کیا سمجھتی ہو اس دنیا میں ایک تم ہی نیک

www.pkdigest.com

اور پارسا ہو صرف تمہارا ہی خدا ہے۔''

''ناں تو دنیا میں تم واحد نیک اور پارسا ہو اور نہ ہی خدا صرف تمہارا ہے، تمہیں تم بے شک میں بہت غلیظ اور بدکردار انسان تھا، لیکن اب مجھے اپنی پارسائی کا ثبوت دینے کی کوئی ضرورت نہیں میں جو ہوں جیسا ہوں صرف اپنے لئے ہوں، اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ میں نے کسی انتقام کے تحت تم سے شادی کی ہے تو یہ تمہاری انتہائی غلط سوچ ہے۔''

''بابا جان میرے محسن ہیں کہ جنہوں نے مجھ جیسے بھٹکے ہوئے کی انگلی تھام کر سیدھے راستے پر چلنا سکھایا، بہت عزت کرتا ہوں میں ان کی، اتنی کہ ان کے حکم سے روگردانی کرنے سے خود کو بے بس پاتا ہوں، بے شک بہت محبت دی ہے مجھے انہوں نے وہ میرے ماضی سے بہت اچھی طرح واقف ہیں اور میرا حال ان کے سامنے بالکل روشن صبح کی طرح چمکدار ہے، جب انہوں نے مجھ سے اپنی لاڈلی بیٹی کی شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو میں اس انجانی ان دیکھی لڑکی کے لئے باوجود اس کے انکار نہ کر سکا کہ میں اس لڑکی سے محبت کرنے لگا تھا، جس نے مجھے حلال اور حرام جیسے لفظوں سے آشنا کیا تھا، میں اس لڑکی سے محبت کرنے لگا تھا جس نے مجھے غلاظت میں لتھڑے ہوئے کا احساس دلایا تھا، جس نے اندھیروں میں بھٹکتے ہوئے روشنی کی کرن میرے ہاتھوں میں تھمائی تھی، میں جو جائز و ناجائز کے فرق سے بالکل ناآشنا تھا، حلال و حرام محرم و نامحرم جیسے الفاظ میں نے پہلی بار سنے تھے، اگر...... اگر مجھے معلوم ہوتا کہ بابا اپنی جس بیٹی کی شادی مجھ سے کرنا چاہتے ہیں وہ کوئی اور نہیں تم ہو تو میں...... میں......'' وہ جیسے بولتے بولتے تھک گیا، لب بھینچ کر خاموش ہوا اور صوفے پر جا بیٹھا وہ جو اس اچانک افتاد پر اپنی سانسیں روکے اسے دیکھ رہی تھی، پھر سے ہوش میں آئی ساحر آنکھیں پوری پوری کھولے ساکت کھڑی اسے دیکھ رہی تھی، اس کے اس طرح خاموش ہونے پر اس کے اندر بے چینی پھیلنے لگی تھی۔

''تو...... تو کیا کرتے تم۔'' وہ مشکل سے گویا ہوئی۔

''میں نے بہت مجبوری اور بے بسی کی حالت میں بہت دل مار کر بابا کی بیٹی سے شادی کی تھی اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ تم ہو تو......'' وہ ایک بار پھر اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا، وہی آنکھیں جن میں ابھی چند لمحوں پہلے شعلے لپک رہے تھے اب روشنیاں سی اتر آئیں۔

''تو میں بہت چاہت سے، بہت محبت سے نکاح نامے پر سائن کرتا حق مہر کے عوض اپنی زندگی کی ہر سانس تمہارے نام لکھ دیتا، دل کی ہر دھڑکن میں تمہیں بسا کر بہت چاہ سے اس گھر میں لاتا کیونکہ میری زندگی میں روشنیاں بکھیرنے والی تم ہی تو تھی ''میری راہ کا روشن ستارہ تم ہو'' نور العین۔'' اس نے بہت دھیرے سے اس کے ہاتھ تھام کر بہت جذب سے کہا۔

''تم میری زندگی میں آئیں اور میری راہوں میں روشنیاں بکھیر کر خود نجانے کہاں کھو گئیں کیا تم بات کا یقین کرو گی کہ تم میری زندگی میں آنے والی سب سے آخری لڑکی ہو، بے شک تم سے پہلے میں نے بے شمار لڑکیوں کو ٹشو پیپر کی مانند استعمال کیا، لیکن تم نے......'' وہ جو کہ پچھلے چار سالوں سے بالکل خاموش تھا، سوائے بابا اسے بولتے کسی نے نہ سنا تھا، آج بے تکان بول رہا تھا، اس بولنے اور اس وقت بولنے میں فرق یہ تھا کہ اس وقت اس کی آنکھوں سے ایک پانی کا چشمہ بہا تھا جبکہ آج اس کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ اور چہرے پر جذبوں کی صداقت نے عجب سی روشنی بکھیر رکھی تھی۔

''میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں نے تمہیں

کڈنیپ کر کے غلطی کی، میں تم سے اس لئے معافی نہیں مانگوں گا کہ میں اس بات پر شرمندہ نہیں ہوں کیونکہ اگر میں تمہیں کڈنیپ نہ کرتا تو میں ہمیشہ گناہوں کی دلدل میں دھنسا رہتا، میں نے تمہیں سڑک سے سچ مچ اپنی ہوس کی پیاس بجھانے کے لئے اٹھایا تھا کہ مجھے تو اپنی ذات پر غرور تھا، کہ مجھے آج تک کسی لڑکی نے ٹھکرایا نہیں تھا ہر لڑکی میری بانہوں میں آ کر موم کی طرح پگھل جاتی تھی، لیکن تمہاری ضد نے مجھے چونکایا، تو تمہاری پارسائی کے غرور میرے لئے چیلنج بن گیا، لیکن جب تم میرے قدموں میں بیٹھ کر نکاح کر لینے کی فریاد کی تو میرے دماغ کے پرخچے اڑ گئے اور پھر اس کے بعد تم نے جو کچھ کہا وہ میرے لئے بالکل نیا اور انوکھا تھا، تمہاری باتوں سے مجھے کسی اندھے کنوئیں میں دھکیل دیا، جہاں مجھے میں کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا، صرف ایک بازگشت تھی ایک آواز تھی حلال حرام، حلال حرام، میں خود کو بھول بیٹھا سب کچھ بھلا بیٹھا، یہاں تک کہ تمہیں بھی، بس صرف حلال حرام کی تلاش میں سرگرداں مارا مارا پھرنے لگا لیکن مجھے کچھ سجھائی نہ دیتا، تم روشنی کی صرف ایک کرن میرے ہاتھوں میں تھما کر خود غائب ہو گئیں، میں اس کرن کو تھامے در در بھٹکتا رہا اور پھر بابا میری زندگی میں چلے آئے کہ جنہوں نے جگمگاتے چراغ میرے ہاتھوں میں تھما دیئے اور اب خدا کا شکر ہے کہ میری واپسی سہل ہیں اگر تم ان راہوں پر میرے ہم قدم چلنا چاہتی ہو تو یہ میری خوش بختی ہو گی، لیکن اگر تم اپنی ذات کے غرور میں ہی مقید رہنا چاہتی ہو تو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"اب میں وہ نہیں ہوں جسے پا لینے چھو لینے اور تسخیر کر لینے کی عادت تھی، اب میں ان منزلوں سے بہت دور نکل آیا ہوں، میری طلب اب جسم نہیں روح ہے اور تمہیں میں اپنی روح میں بستا محسوس کرتا ہوں، میری طلب اب تمہارا جسم نہیں تمہاری محبت ہے محض تمہارا وجود میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا، میں تب تک تمہارے نزدیک نہیں آؤں گا تمہیں نہیں چھوؤں گا جب تک کہ میرے لئے تمہاری آنکھوں تمہارے دل میں موجود نفرت کی جگہ کوئی دوسرا جذبہ نہیں لے لیتا اور وہ جذبہ اگر محبت کا ہو تو اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہو گی میرے لئے، لیکن اگر تم خود کو مجبور پاؤ تو تب بھی میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا کہ اب میں زبردستی کا قائل نہیں رہا، ایسی صورت میں بھی مجھے بتا دینا میں بابا صاحب جیسے انسان کے سامنے مجرم بن کر تمام الزام اپنے سر لے کر تمہیں چھوڑ دوں گا۔" وہ بولتے بولتے اچانک ہی ایسے خاموش ہوا جیسے اس کے دل میں کسی نے تلوار ترازو کر دی ہو اور پھر ایک دم ہی باہر نکل گیا، وہ جو لاؤنج کے ایک کونے میں کسی بت کی مانند ساکت سامت اس کا حرف حرف سن رہی تھی، اب بھی ایک سکتے کی کیفیت میں گھری ملتے ہوئے پردے کو دیکھے گی اور پھر دھپ سے صوفے پر گر کر سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

وہ اپنے تمام جذبوں کو زبان دے کر اب اس سے بالکل لاتعلق ہو گیا تھا، وہ اپنا زیادہ تر کام خود ہی کرتا تھا اور کمرہ تو اس نے اسی دن علیحدہ کر لیا تھا نہ تو وہ اس کے بیڈ روم میں جاتی اور نہ ہی وہ اسے کسی کام کے لئے پکارتا، وہ صبح کا نکلا شام ڈھلے گھر واپس آتا اور پھر عشاء کی نماز کے لئے نکل جاتا تو واپسی بھی کافی دیر سے ہوتی، وہ سارا دن اکیلے خالی گھر میں بولائی بولائی پھرتی، اسی فراغت سے گھبرا کر اس نے گھر کی تفصیلی صفائی کی ٹھانی تو باقی تمام گھر کے ساتھ ساتھ اس کا بیڈ روم وارڈ روب تک ریکس غرض کہ ہر چیز کو چمکا ڈالا، سارا دن کی سرتوڑ محنت کے

بعد رات کا کھانا بھی بنایا، وہ اس وقت کچن میں مصروف تھی جب وہ اپنے پیچھے آہٹ پر پلٹی، اسے بھی دستک دے کر گھر میں داخل نہیں ہونا پڑا تھا کہ بیرونی دروازے کے آٹو میٹک لاک کی ایک چابی اس کے پاس بھی تھی وہ فریج میں سے پانی کی بوتل نکال کر گلاس بھرنے لگا۔

"آپ نے میرے کمرے کی صفائی کی اس کے لئے آپ کا شکریہ، لیکن پلیز میرے لئے یا میرے کاموں کے لئے آپ کو کسی طرح کا بھی تردد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ بنا اس کی جانب دیکھے کہتا گلاس لے کر کچن سے نکلنے لگا لیکن دروازے پر بنا رکا مڑا۔

"تیار ہو جائیے ہمیں بابا کی طرف جانا ہے۔" کہتا نکل گیا اور وہ لب بھینچے وہیں کھڑی رہی، اس کے رویے سے اب اس کے اندر غصہ اور جھنجلاہٹ بڑھنے لگی تھی، وہ ہر دوسرے یا تیسرے روز اسے بابا سے ملانے لے جایا کرتا تھا اگر کسی روز وہ نہ جا پاتے تو بابا خود چلے آتے، لیکن اس وقت اس کا جی چاہا وہ جانے سے انکار کر دے اگر وہ اس سے کسی قسم کی مدد نہیں لینا چاہتا تھا تو وہ کیوں اس کی محتاج ہوتی، مگر مجبوری یہ تھی کہ پرسوں وہاں سے واپسی پر بابا کی طبیعت کچھ ٹھیک نہ تھی اور آج بھی ان سے فون پر بات ہوئی تھی، وہ ٹھیک نہیں تھے، اس نے جلدی جلدی برتنوں میں کھانا نکال کر پیک کیا کہ وہ اکثر رات کا کھانا ان کے ساتھ ہی کھاتے تھے۔

کپڑے تو وہ پہلے ہی نہا کر بدل چکی تھی اور کوئی لمبی چوڑی تیاری بھی نہ ہوتی تھی اس کی وہ برقعہ ہاتھوں میں لئے بیٹھی تھی جب وہ کمرے سے برآمد ہوا، بے اختیار ہی نظریں اس پر جمی رہ گئیں اسے اس کا چار سال چار سال پہلے کا حلیہ یاد آیا، ہاتھوں کی انگلیوں میں بڑی انگوٹھیاں گلے میں لٹکتی سونے کی چینز اور کان کی بالی، لیکن ٹائٹ

پینٹ سلیولیس شرٹ کی جگہ اب نفاست سے شلوار سوٹ نے اس کی خوبصورت شخصیت کو چار چاند لگا دیئے تھے، باقی آرائشی چیزوں کی بجائے چہرے پر سجی چھوٹی چھوٹی داڑھی اور لمبے بالوں کی جگہ سادگی سے بنے بال اس کی سرتاپا تبدیلی کے گواہ تھے، لیکن اس کے دل کا کوئی گواہ نہ تھا، اس نے اس کی نظروں کے ارتکاز کو محسوس کیا اور اس کی سوچ کے عکس کو چہرے پر نمایاں دیکھ کر اس کے قریب چلا آیا۔

"کیا اب بھی میں آپ کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔" اس کے مسکراتے لبوں سے نکلے الفاظ اسے سرتاپا سلگا گئے تو وہ جھنجلا کر رخ موڑ کر برقعہ اوڑھنے لگی۔

ماما سے اس کی بات روزانہ بلاناغہ صبح و شام ہوتی تھی وہ نورالعین سے بات کرنے کی فرمائش کرتیں تو وہ خاموشی سے موبائل اسے لا تھماتا، پاپا کے علاج میں کافی امپرومنٹ ہوئی تھی، ماما بہت خوش تھیں کہ انہوں نے توقع سے زیادہ جلدی کور کیا تھا، بڑی بیٹی ثانیہ عرف ٹینا ماما کا لائف سٹائل دیکھ کر حیران رہ گئی تھی، اس لئے وہاں بھی اس نے کافی حد تک کنارہ کشی اختیار کر رکھی تھی، لیکن اس سے چھوٹی ثانیہ عرف سوئی پیرس سے اپنے بچوں کو ساتھ لے کر ان سے ملنے گئیں بھی تو باپ کی حالت دیکھ کر کافی دلبرداشتہ ہوئی اور اب اپنی بھابھی کو دیکھنے کے اشتیاق میں پاکستان آنے کی نا صرف تیاریوں میں تھی بلکہ خود عمران کو نورالعین کے ہمراہ یورپ آنے کی تاکید کر رہی تھی اور وہ دونوں تھے کہ شادی کے ڈیڑھ ماہ بعد بھی دریا کے دو کنارے بنے ہوئے تھے۔

"میں انگلینڈ جا رہا ہوں آپ تیاری کر لیجئے اپنی، آپ کو بابا صاحب کی طرف چھوڑ دوں گا، کل صبح کی فلائٹ ہے میری۔" اس نے اطلاع

www.pkdigest.com

دی تو اس نے ہراساں سے انداز میں اس کی جانب دیکھا۔
''کیوں؟'' بے اختیار اس کے منہ سے نکلا تو اس نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔
''وہ پپ...... پاپا تو خیریت سے ہیں ناں۔'' اس نے وضاحت کی۔
''جی وہ ٹھیک ہیں، آپ پریشان نہ ہوں۔'' اس نے بے نیازی دکھائی تو وہ ایک بار پھر جھنجھلا گئے لیکن بولی کچھ نہیں۔
''تو پھر آپ تیاری کر لیجیے۔'' وہ کہتا ہوا اٹھ گیا۔
''کتنے دنوں کی۔'' نا چاہتے ہوئے بھی پوچھنا پڑا تو وہ جاتے جاتے پلٹ آیا۔
''یہ تو آپ کی مرضی پر ڈیپنڈ کرتا ہے اگر واپس آنا چاہیں تو میں ایک ہفتے بعد واپس آ جاؤں گا۔'' اس نے سادہ سے لہجے میں کہا تھا، لیکن اسے پھر بھی اس کے انداز میں طنز کی آمیزش محسوس ہوئی تھی کہ آج کل اس کے احساسات عجیب سے ہو رہے تھے، نجانے کیوں اس کی لاتعلقی و بے نیازی کھلنے لگی تھی۔
وہ ایئرپورٹ جانے سے پہلے اسے بابا صاحب کی طرف چھوڑ گیا تھا، وہ اپنے گھر میں سارا دن اکیلی ہوتی تھی، جبکہ بابا جان ہر نماز کے بعد گھر کا چکر لگاتے تھے، لیکن پھر بھی نجانے کیوں دل گھبرانے لگا تھا، گھر کے تمام کاموں کے ساتھ ساتھ بابا کے تمام کام بھی خود کرتی تھی لیکن پھر بھی فراغت اور تنہائی کا احساس دوچند ہونے لگا تھا، اسے گئے ہوئے تیسرا دن تھا، بابا کو اپنے خیریت سے پہنچنے کی اطلاع دی تھی اس نے لیکن اس سے بات نہ ہوئی تھی، ماما سے حسب معمول روزانہ بات ہو جایا کرتی تھی، پھر بھی کوئی خالی پن سا محسوس ہوتا تھا، اس وقت بھی وہ کافی دیر سے کوئی کتاب ہاتھوں میں لیے صوفے پر بیٹھی تھی، لیکن ابھی تک ایک لفظ نہ پڑھ پائی تھی، جھنجھلاہٹ اور بے بسی کی سی کیفیت طاری تھی اس پر۔
''یہ سب کیا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے یہ سب میرے ساتھ؟ آخر کیوں؟'' اسے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا، وہی دل جو پہلے بہت ڈرا سہما اور خوف زدہ رہتا تھا اب مطمئن اور پرسکون ہو چکا تھا، تو پھر اب یہ کیسی بے چینی دل کو لگ گئی تھی، اپنی بدلی کیفیات کے متعلق وہ بہت سے سوال خود سے کرنے لگی تھی، لیکن جواب دیتے ڈرتی تھی، حقیقت سے نگاہیں چرا کر سکون طلب کرتی تھی، یہ بے چینی و بے سکونی کچھ اس طرح کی تھی کہ اس میں کسی انجانے میٹھے میٹھے درد کا احساس جاگنے لگا، اسے کبھی فجر کی نماز کے لیے آواز دینے یا الارم کی ضرورت نہیں پڑی تھی، شادی سے پہلے ہمیشہ خود بخود اس کی آنکھ کھل جاتی تھی، لیکن اب تو وہ اس کی تلاوت کلام پاک کی پرتاثیر و خوبصورت آواز کی عادی ہوئی تھی کہ ان گزری دو صبح میں اسے الارم لگا کر سونا پڑا تھا، کہ پہلی صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی، نماز اور قرآن پاک پڑھنے کے باوجود بھی اسے اپنی عبادت ادھوری سے لگتی تھی، وہ اپنے بستر پر بیٹھی پوری توجہ سے اس کی تلاوت سنا کرتی تھی اور پھر اٹھ کر نماز ادا کرتی تھی، اس کا دم الجھنے لگا۔
''یا اللہ میں کیا کروں۔'' دل میں خیال آیا کہ ماما کو فون کر لے، لیکن ابھی دو گھنٹے پہلے ہی اس کی ماما سے بات ہوئی تھی، اسی دم قریب رکھے فون کی گھنٹی اچانک پورے زور و شور سے بج اٹھی تو اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا اگلے ہی لمحے وہ گہری سانس لے کر رہ گئی، اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔
''السلام علیکم!''
''وعلیکم السلام!'' جواب میں جو آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی اسے سن کر دل پوری شدت سے دھڑکا تھا۔
''کیسی ہیں آپ نور۔'' نرمی و حلاوت کے ساتھ ساتھ اداسی کا عنصر بھی واضح تھا اس کے لہجے میں۔
''یقیناً بہت خوش ہوں گی، میری شکل نظر نہ آنے پر۔'' وہ جیسے خود پر ہنسا تھا، نور کے حلق میں آنسوؤں کا گولا سا پھنس گیا۔
''میں نے بہت چاہا کہ اپنی آواز آپ کو نہ سناؤں کم از کم دور رہ کر تو آپ کو اذیت نہ دوں لیکن...... یہ دل مانا ہی نہیں۔'' اس نے جیسے خود ہی اپنا تمسخر اڑایا تھا۔
''پلیز تو کچھ تو بولیں، کم از کم میری خیریت ہی پوچھ لیں۔''
''یہ دل بھی کتنا خوش فہم ہوتا ہے مجھے ابھی ایسا لگا جیسے آپ نے مجھے پکارا ہو، حالانکہ ایسا تو ممکن نہیں ہے ناں۔'' وہ مجھے اسی سے تصدیق چاہ رہا تھا، اس نے بے اختیار ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اپنی سسکی دبائی تھی اور پھر فوراً ہی ریسیور رکھ دیا اور بے اختیار ہو کر رو دی۔
اسے حسب وعدہ پورے ایک ہفتے بعد لوٹ آنا تھا اور آج اسے گئے پورے سات دن ہو گئے تھے وہ اپنی تیاری مکمل کیے بیٹھی تھی۔
''لگتا ہے ہماری بیٹی کا دل نہیں لگا بابا کے گھر آ کر۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا تو جھینپ گئی۔
''صدا خوش و آباد رہو۔'' انہوں نے دست شفقت اس کے سر پر رکھا اور مطمئن سے ہو کر مسجد چلے گئے، اس نے کچن میں گھس کر مختلف ڈشز بنائیں تھیں اور اب ایک ایک پل کاٹنا مشکل ہو رہا تھا، مغرب سے تھوڑی دیر قبل کال بیل کی آواز پر دوڑتی ہوئی باہر آئی اور پھر اپنی بے اختیاریوں پر خود ہی ہنستی آگے بڑھی۔
''ک...... کک...... کون۔'' آواز کی لغزش بہت واضح تھی۔
''عمران عالم!'' کی آواز پر گہری سانس لے کر دروازہ کھولا، وہ اپنی بھرپور وجاہت اور تمکنت سمیت دروازے کے سامنے ایستادہ تھا، دروازہ کھلتے ہی دو قدم بڑھا کر اندر چلا آیا، اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے اس نے پوری توجہ سے اسے دیکھا تھا، وہ اس کی بیقرار نظروں کی شدت سے گھبرا کر اپنے چہرے پر پھیلی قوس قزح کو چھپانے کے لیے رخ پھیر گئی تو جیسے وہ چونکا۔
''آئی ایم سوری۔'' وہ جیسے نظروں کی گستاخیوں پر خود ہی شرمندہ ہوتا اندر بڑھ گیا۔
''بابا صاحب کہاں ہیں۔'' ان کے کمرے میں جھانک کر دیکھتے ہوئے پوچھا، اس کا لاتعلق سا انداز دیکھ کر اس پر اوس سی پڑنے لگی۔
''مسجد گئے ہیں۔'' اس نے مریل سی آواز میں کہا اور کچن میں چلی گئی۔
''اوکے نماز کا ٹائم تو ہونے والا ہے میں بھی مسجد جاتا ہوں۔'' وہ کہتا ہوا رکے بغیر باہر نکل گیا اور وہ غصہ اور جھنجھلاہٹ سمیت اسے جاتا ہوا دیکھتی رہ گئی۔
رات کا کھانا کھا کر اس نے برتن سمیٹے اور اپنا بیگ لیے چلی آئی، وہ اسے پوری تیاری کے ساتھ آتا دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔
''اگر آپ کچھ دن اور رکنا چاہیں تو رک سکتی ہیں۔'' اس نے بڑی تفصیل نظر اس کے چہرے پر ڈالتے ہوئے کہا۔
''ارے کہاں بیٹا یہ تو دو دن سے تیاری کیے بیٹھی بالکل بھی دل نہیں لگا اس کا یہاں۔'' اس سے پہلے کہ وہ کسی کا اظہار کرتی بابا فوراً کہہ گئے حالانکہ اسکا جی چاہا کہ واقعی جانے سے انکار کر دے۔
''نہیں بابا اگر انہیں کوئی اور ضروری کام ہے تو میں رک جاتی ہوں ویسے بھی آپ کی

www.pkdigest.com

طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔'' غصہ و ناراضگی لیے ہوئے اس کا بدلا بدلا انداز اس نے بہت چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

''ارے نہیں میری فکر نہیں کرو تم خدا تمہیں اپنے گھر میں خوش رکھے، جاؤ ساتھ خیریت کے اپنے گھر جاؤ۔'' وہ دروازے تک انہیں رخصت کرنے آئے، حمران نے ہاتھ میں پکڑا بیگ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رکھا اور اس کے لیے فرنٹ ڈور کھولا۔

''مجھ سے کس بات پر ناراض ہیں آپ۔'' اس نے گلی کا موڑ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے ناراض ہونے کی۔'' وہ کہے بنا نہ رہ سکی لیکن اگلا جملہ ہونٹوں میں دبا رہ گیا۔

''آپ نے ناراض ہونے کا کون سا حق مجھے دیا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے واقعی ناراضگی ہے، حالانکہ ناراض مجھے ہونا چاہیے۔''

''کیوں؟''

''اس کا اندازہ تو آپ کو خود بہت اچھی طرح ہوگا۔'' اس کا لہجہ و انداز بہت سنجیدہ تھا، لیکن آنکھوں میں کوندتی شرارت بہت واضح تھی جسے وہ دیکھ نہ پائی تھی۔

''پاپا کیسے ہیں؟''

''پہلے سے بہت بہتر۔'' اس نے پرجوش انداز میں جواب دیا۔

''خدا کے فضل و کرم سے بہت زیادہ کور کیا ہے انہوں نے، اب کوئی کوئی لفظ ان کے منہ سے ادا ہوتا ہے اور خود سے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں، گردن کو حرکت دینے میں بھی کامیاب ہو جاتے ہیں وہ بہت خوش ہیں اور ہاں ثانیہ آ رہی ہے پاکستان۔''

''کب؟''

''رمضان المبارک بھی اور عید بھی یہاں کرے گی، شاید اگلے ہفتے میں رمضان المبارک کا چاند نظر آ جائے آخری عشرے میں اس کی آمد ہوگی۔'' دس منٹ بعد وہ گھر کے دروازے پر کھڑے تھے، اسے خوشی کی بجائے تھوڑا سا افسوس ہونے لگا، رمضان المبارک بہت رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ تھا اور اس مہینے کا وہ ایک ایک لمحہ عبادت میں گزارتی تھی، جبکہ مہمانوں کی آمد پر ایسا ممکن نہیں تھا۔

''خیر اللہ مالک ہے، مہمان بھی خدا کر رحمت ہوتے ہیں۔'' لیکن ان مہمانوں نے جلد ہی عید کے بعد آنے کا سندیس بھیج دیا تھا۔

اس کے رویے میں تبدیلی محسوس کر لینے کے باوجود بھی حمران کا رویہ بدستور لاتعلق اور بے نیاز تھا وہ اب اس کے تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرنے لگی تھی اور وہ اسے ٹوکنے کی بجائے خاموش تھا۔

رمضان المبارک کا چاند نظر آنے پر جہاں وہ بہت خوش تھی وہاں وہ پاپا کے لیے پریشان بھی تھی، حمران ابھی تک گھر نہیں آیا تھا، مغرب کی نماز پڑھنے نکلا تھا اور کہہ گیا تھا کہ اگر چاند ہو گیا تو تراویح پڑھ کر گھر لوٹے گا اور جب وہ گھر داخل ہوا تو پاپا بھی اپنے سوٹ کیس سمیت اس کے ہمراہ تھے، بہت منت سماجت اور بہت سی دلیلوں کے بعد راضی ہوئے تھے وہ ان کے ساتھ رہنے میں، وہ بہت خوش تھی، انہیں پاپا کے کمرے میں ٹھہرایا تھا، خود وہ سحری کا بھرپور انتظام کر کے کمرے میں آئی تو حمران اس کی وارڈ روب میں اپنے کپڑے لٹکا رہا تھا، اس کا دل بہت زور سے دھڑکا تھا اس نے اسے دیکھ کر کندھے اچکائے۔

''مجبوری ہے جب تک پاپا یہاں ہیں ہمیں ایک ہی کمرے میں رہنا پڑے گا۔'' اس کی

آنکھوں سے کوندتی شرارت کو نظر انداز کرتی وہ باتھ روم میں چلی گئی اور جب باہر آئی تو وہ قالین پر اپنا بستر بچھا رہا تھا، وہ خاموشی سے دیکھتی رہی۔

''کوشش کروں گا کہ آپ کو میری وجہ سے کوئی تکلیف نہ ہو، بے فکر ہو کر سو جایئے صبح جلدی اٹھنا ہے۔''

''آپ بستر پر لیٹ جایئے میں یہاں سو جاؤں گی۔'' وہ چونک کر مڑا پھر بے اختیار مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی، وہ ہاتھوں کو مسلتی بڑی بے چین لگ رہی تھی۔

''اگر آپ چاہیں تو یہ بستر ایک بھی ہو سکتا ہے، مم...... میرا مطلب ہے یہ بیڈ اتنا بڑا ہے کہ دو افراد با آسانی سو سکتے ہیں۔'' وہ شرم سے رخ موڑ گئی اور وہ اس کے انداز کو نوٹ کیے بغیر لب بھینچ گیا اور پھر اپنے بستر پر دراز ہو کر چند لمحوں بعد ہی غافل ہو گیا تھا، تو وہ ساری رات جاگتی رہی تھی، برسوں جس لمس کا احساس اس کے وجود میں انگارے بھرتا رہا تھا شعلوں کی لپیٹ میں دہکتے ہوئے وجود میں اب میٹھی میٹھی سی کھنک بیدار ہونے لگی تھی۔

وہی جسم کہ جس کی طلب میں وہ اسے برباد کر دینا چاہتا تھا اب اس پر پورا استحقاق رکھتے ہوئے بھی اس سے غافل پڑا تھا، اگلی رات وہ اس سے پہلے قالین پر بستر بچھائے لیٹ کر سوتی بن گئی وہ کمرے میں آیا تو وہ اسے اس طرح دیکھ کر ٹھٹک گیا، وہ گہری سانس لیتا بیڈ پر بازو پھیلا کر چت لیٹ گیا۔

''مجھے معاف کر دینا نور میں تم سے تمہاری تبدیلی سے تمہارے جذبوں سے بے خبر نہیں ہوں، لیکن ابھی میں خود کو آزماؤں گا آخری حد تک ہاں بالکل آخری حد تک۔''

اور پھر انہیں پانچ راتیں ہو گئیں تھیں ایک کمرے میں ساتھ رہتے لیکن اگر اس نے نور کو بے چین پایا تھا تو خود کو پرسکون اور ابھی اسے مزید ابھی اپنی آزمائش مقصود تھی، وہ کمرے میں آئی تو وہ پہلے سے کمرے میں موجود تھا، وہ زمینی بستر پر لیٹنے لگی تو وہ جو بیڈ پر دراز آنکھوں پر بازو رکھے چت لیٹا تھا اسے پکار بیٹھا۔

''نور۔'' بے تاثر لہجہ اسے اپنی جانب متوجہ کر گیا۔

''جی۔''

''یہاں آؤ۔'' وہ چت لیٹا تھا، اس کی فرمائش پر جہاں دل پوری شدت سے دھڑکا تھا وہاں اسے اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی وہ متذبذب سی بیٹھی تھی وہ خود بھی اٹھ بیٹھا۔

''یہاں آؤ گی یا میں خود وہاں آ جاؤں۔'' وہ بمشکل اٹھی تھی سو کلو میٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے بھاگتے دل کو قابو کرتے وہ بیڈ کے دوسری طرف کنارے پر بیٹھ گئی، لرزتی پلکیں گالوں پر سایہ فگن تھیں، گالوں پر دوڑتی سرخی اندرونی حالت کی غماز تھی، اس نے اس کی تمام خوبصورتیوں سے نظر چرا کر اپنی بے حسی کا ثبوت دیا۔

''میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ اب میں اتنا کمزور نہیں، جب تک تمہاری مرضی اور خوشی شامل نہ ہوگی میں تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا، میرا اعتبار کرو اور بے فکر ہو کر یہاں سو جاؤ۔'' وہ کہہ کر خود دوسری طرف کروٹ لے کر لیٹ گیا، اس نے بہت شکوہ کناں نگاہوں سے اسے لمبے چوڑے وجود کو دیکھا۔

''میں بھی دیکھتی ہوں حمران عالم کہ آخر کتنے مضبوط ہو تم۔'' وہ اپنے آنسوؤں پر بند باندھتی بیڈ کے دوسرے کنارے پر سکڑ سمٹ کر لیٹ گئی کہ اس کی شرم و حیا اسے کسی بھی پیش قدمی سے روکتی تھی اور پھر گزری دس راتیں اس کی مضبوطی کی گواہ تھیں، وہ اس کے پہلو میں بہت پرسکون اور بے فکری نیند سوتا تھا، لیکن اس کا ضمیر

www.pkdigest.com

اسے پکچو کے لگائے رکھتا تھا۔

"نور العین تیرا خدا تجھے کبھی معاف نہیں کرے گا شوہر کی ایک رات کی ناراضگی پر فرشتے ساری رات بیوی پر لعنت بھیجتے ہیں، مومن شوہر کی ناراضگی سے تو عبادت بھی قبول نہیں ہوتی اور تو ہے کہ اس رحمتوں اور برکتوں والے مہینے میں لعنتیں سمیٹ رہی ہے، کیسی بدنصیب عورت ہے تو کہ تیرا شوہر تیری طرف سے کروٹ لے کر سوتا ہے، تیرے بدصورت رویے کی وجہ حلال ہوتے ہوئے بھی اس نے تجھے خود پر حرام کر رکھا ہے، اگر تو خدا کی رحمتوں کی طلبگار ہے تو اسے منا لے نور العین، منا لے کہ اگر اس کی وجہ سے خدا تجھ سے ناراض ہو گیا تو منانا بہت مشکل ہو جائے گا۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، اس نے سوتے میں کروٹ بدلی تھی خوبصورت نقوش سے سجا اس کا چہرہ اس کی نظروں کے سامنے آ گیا، وہ اسے نگاہوں کے ذریعے دل میں اتارتی بالکل بے حس و حرکت پڑی رہ گئی، اسی جنگ و ضبط میں آخری عشرہ شروع ہونے والا تھا۔

بابا صاحب ہر سال اعتکاف پر بیٹھتے تھے، لیکن جب سے اماں اس جہان فانی سے کوچ کر گئی تھیں اور وہ گھر میں اکیلی وہ گئی تھی اس لئے وہ گھر میں طاق راتیں عبادت کرتے گزارتے تھے اس سال وہ بہت خوش تھے کہ وہ اپنی تمام ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہو چکے تھے اور وہ اعتکاف پر بیٹھنے کا پکا ارادہ رکھتے تھے، جبکہ حمران جو کہ ہر سال یہ سعادت حاصل کرتا تھا، اس سال اس سے محروم ہونے کے باوجود بھی مطمئن تھا۔

کل بیسواں روزہ تھا اور بابا کو کل چلے جانا تھا، تو گیا ایک بار پھر جدائی کی ساعتیں قریب آ گئیں تھیں، وہ بیقرار ہو گئی، وہ ایک کنارے پر لگی تھی جبکہ اس کا لمبا چوڑا وجود پورے بیڈ پر تھا اس نے ہمت کر کے کروٹ لی تھی، اس کا ایک ہاتھ سینے پر اور دوسرا تکیے پر رکھا تھا، اس نے دھیرے سے اس کے ہاتھ کو چھوا اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر جما دیا، کیا سکون اور کیف آگیں سرور اترا تھا وجود میں، ذرا سی ہمت کر کے اس نے اپنا رخسار اس کے ہاتھ پر اور اپنا سر برہنہ بازو پر رکھ کر گئی لمحے اسے دیکھتی گئی، بے قرار دھڑکنوں کو قرار نصیب ہوا تو اسے پتہ بھی نہ چلا وہ کب نیند کی وادیوں میں اتر گئی تھی۔

ہاتھ پر نرم گرم کسی لمس کے احساس سے اس کی آنکھ کھلی تھی، صورتحال واضح ہوتے ہی وہ دم سادھے لیٹا رہ گیا، دھڑکنوں میں ایک ہیجان برپا ہوا تھا اس نے لب دانتوں تلے دبا لئے، شاید اس کی آزمائش کی آخری حد شروع ہو چکی تھی، نیم تاریکی میں اس کا نازک وجود اس کی دسترس میں تھا، اس نے نظر اٹھا کر اس کے چہرے کی جانب دیکھا تو کسی نورانی حصار نے اس کے چاروں طرف روشنی سی بکھیر دی، وہ بے خود سا اسے دیکھے گیا، اسے یاد آیا کہ جب وہ اسے اغوا کر کے لایا تھا، اس کی نظروں اور اس کے چہرے کے درمیان کوئی پردہ سا تن گیا تھا کہ جس سے وہ اسے کے قریب نہ آ سکا تھا اور آج نیم تاریکی میں بھی اس کا پورا وجود روشن تھا اور چہرے کے ساتھ ساتھ جسم کے بھی تمام خال و خد بہت واضح ہو کر اس کی طلب کو بڑھا رہے تھے، لیکن وہ ساکت و سامت لیٹا رہا، یہاں تک کہ مسجد میں سحری شروع ہونے کے اعلان ہونے لگے۔

"نور اٹھ جاؤ سحری کا وقت ہو گیا ہے۔"

اس نے اسے پکارا سوائے اس ہاتھ کے جو اس کے حسین و دلفریب مکھڑے کے نیچے تھا اس دوسرے ہاتھ سے اسے چھونے کی کوشش نہ کی تھی، اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں، اسے جاگتے دیکھ کر جلدی سے اپنا چہرہ اس کے ہاتھ سے اٹھایا تو وہ اس سے پہلے بستر سے اٹھ گیا اور

وہ حیرت شرمندگی اور دکھ کے احساسات میں گھری اپنے مجازی خدا اور حقیقی خدا کی ناراضی کا منظر دیکھتی رہ گئی۔

آخری عشرے کے طاق راتوں میں اس نے رو رو کر گڑگڑا کر اپنے خدا سے معافی مانگی تھی، لیکن اپنے مجازی خدا سے وہ دل میں ناراض سی رہنے لگی تھی جو ایک بار اسے پھر تنہا کر گیا تھا، دل پر بوجھ بڑھ گیا تھا اسے اپنی تمام عبادتیں ضائع ہوتی محسوس ہوئیں تھیں، کس سے دل کا حال کہے، بہنیں ایسی بے مروت نکلیں کہ شادی کے بعد پلٹ کر نہ دیکھا تھا، فون پر ہی بات ہو جاتی تھی، ایک کراچی میں تو دوسری کوئٹہ میں مقیم تھی، اپنے اپنے بچوں اور ان کے مسائل میں الجھی وہ اس کا بوجھ کیا بٹا سکتی تھیں، عید پر آنے کا کہہ رہی تھیں اور عید کا چاند آج کل میں نظر آنے والا تھا، وہ بابا کے گھر کی صفائی بھی کروا چکی تھی اور اپنے گھر کی بھی صفائی بھی کر چکی تھی، اسے گھر کی تنہائی کاٹ کھانے کو دوڑنے لگی، وہ صبح کا گیا اب تک واپس نہ آیا تھا، دوسرے گھروں میں انتیسویں روزے کی رونقیں عروج پر تھیں، جہاں رمضان المبارک کے رخصتی والوں کو اداس کئے ہوئے تھی وہیں عید کی خوشیاں در و بام کو سجائے ہوئے تھیں اور ایک وہ تھی بالکل تنہا اور اداس، بے اختیار اس کے آنسو بہہ نکلے اور وہ بے اختیار ہو کر روتی چلی گئی وہ اپنے شغل میں اس قدر محو تھی کہ اسے حمران کے اندر چلے آنے کا بھی احساس نہ ہوا تھا۔

"نور کیا ہوا، خیریت تو ہے کیوں رو رہی ہیں آپ۔" اس کی حیران پریشان آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ چونکنے کی بجائے اسے مزید رونا آنے لگا، وہ اس کی پرواہ کیے بغیر دھواں دھار روتی چلی گئی، وہ پریشان سا اس کی جانب دیکھے گیا۔

"پلیز نور بتائیں کیا ہوا ہے، اس طرح مت روئیں پلیز۔"

"کچھ نہیں ہوا مجھے جائیں آپ یہاں سے۔" اس نے روتے روتے قدرے ناراضی اور جھنجھلاہٹ لئے ہوئے لہجے میں کہا، اس کا لہجہ و انداز دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی لیکن خاموشی سے اسے دیکھے گیا اس کے اس طرح دیکھنے پر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی، اپنے کمرے میں جانا چاہا، لیکن وہ لاؤنج کے دروازے کے بیچوں بیچ ایستادہ اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہٹیں آگے سے۔"

"کیوں؟"

"مجھے اپنے کمرے میں جانا ہے۔" اس کا لہجہ بہت ناراض تھا۔

"رونے کی وجہ بتائے بغیر نہیں جا سکتیں آپ۔"

"کوئی زبردستی ہے۔"

"جی زبردستی ہے۔" اس کی شوخ مسکراہٹ اسے زچ کرنے لگی۔

"لیکن آپ تو زبردستی کے قائل نہیں۔" وہ چبھتے ہوئے لہجے میں طنز کر گئی، تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"روزے کی حالت میں خود پر ایسا ظلم کرنا کہاں کی عقل مندی ہے۔"

"آپ کو اس سے کیا، آپ کو کیوں پرواہ ہونے لگی میری۔"

"مجھے ہی تو آپ کی پرواہ کرنا ہے ڈیئر۔"

"بائی داوے اس تبدیلی کی وجہ پوچھ سکتی ہوں۔" اس نے چبھتے ہوئے کہا۔

"وجہ بھی بتائیں گے، آؤ پہلے افطاری کر لیں۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر کچن میں لے آیا تو وہ ایک ٹرانس کی حالت میں اس کے ساتھ کھنچی چلی

www.pkdigest.com

آئی، اس وقت افطاری کا سائرن بجا اور ساتھ ہی مسجد میں روزہ کھلنے کی دعا پڑھی جانے لگی۔

''دعا کرو نور آمین کہ خدا ہمارے دلوں میں موجود ہماری محبتوں کو تاابد قائم رکھے۔'' اس نے کھجور کا ٹکڑا توڑ کر اس کے منہ میں رکھا تو وہ چونکی، آدھا ٹکڑا اپنے منہ میں رکھا اور اس کا ہاتھ تھام کر اپنے بیڈ روم میں مغرب کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں آن کھڑا ہوا، دور آسمان کی وسعتوں میں جھانکتے چاند تلاش کیا۔

''دعا کرو نور کہ آج چاند نظر آجائے۔'' اس کا ہاتھ اب بھی مضبوطی سے اس کے ہاتھ میں دبا تھا۔

''کیا ساری دعائیں مجھے ہی کرنا ہوں گی۔'' وہ تڑخ کر بولی۔

''نہیں بہت سی دعائیں ہمیں مل کر بھی کرنا ہیں نور، جیسے خدا ہمیں خوش رکھے اپنی رحمتوں کی بارش ہم پر کرے اور ہم ہر سال یونہی اکٹھے کھڑے ہو کر عید کا چاند تلاش کریں اور آج ہم دو ہیں، تو اگلے سال تین ہوں اس سے اگلے سال چار اور اس سے اگلے سال پانچ اور سے اگلے سا......''

''بس کریں کیا ہو گیا ہے آپ کو مروائیں گے مجھے۔'' وہ بے اختیار ہی کہہ گئی تو اس کا قہقہہ بھی بے اختیار تھا، وہ اپنی بات کا مطلب سمجھ کر خود ہی جھینپ گئی۔

''چھوڑیں میرا ہاتھ۔''

''نہیں۔''

''نماز نہیں پڑھیں گے کیا۔'' شرم سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''لوگ کتنے بیوقوف ہیں ناں آسمان پر چاند ڈھونڈ رہے ہیں۔'' وہ اس کی بات نظر انداز کرتا ہوا بولا۔

''اور میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ میرے آنگن میں چاند اترا ہے اور چاند بھی ایسا کہ کبھی کسی اور کو دیکھنا نصیب نہ ہوا جو صرف میری قسمت کا چاند ہے جسے صرف میرے آنگن میں چمکنا ہے۔'' اس نے اسے شانوں سے تھام کر اپنے سامنے کیا، اسی لمحے مسجدوں میں چاند ہو جانے کا اعلان ہو گیا۔

''بہت مبارک ہو نور۔'' وہ اسے تھام کر بولا۔

''آپ کو بھی مبارک ہو اور پلیز مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کو غلط سمجھا اور......''

''اونہہ، آج کے دن کوئی ایسی بات نہیں، بس یہ یاد رکھو کہ میں صرف تمہارا ہوں اور تم صرف میری، میری محسن میری محبت اور میری راہوں کا روشن ستارہ بھی تم ہو۔'' اسے کہتے ہوئے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھی چوڑیاں نکال کر دھیرے دھیرے اسے پہنانے لگا اور میری محبت کی پہلی نشانی اس نے اس کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیتے ہوئے کہا، وہ شرم سے دہری ہو گئی۔

''آؤ آج مل کر نماز پڑھتے ہیں، پھر بابا کے گھر چلیں گے۔'' اس نے خوشیوں سے چھلکتی آنکھوں سے دیکھا، وہ بغور اسے دیکھتا رہ گیا۔

''نور تم واقعی ہی نور ہو۔'' اس نے کہتے ہوئے اسے اپنی باہوں کے حصار میں مقید کر لیا، تو خود پر اسے پھولوں کی پھوار برستی محسوس ہوئی تھی محبت کی بارش میں بھیگتی وہ پرسکون ہو گئی۔

☆☆☆